ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ○ دھوکا دیتے ہیں یہ بازی گر کھلا

[redacted] گر کھلا

کشف الحقائق

حصہ اول

مرتبہ

حضرت مولانا محمد بشیر ظہیر (سابق دیوبندی)

خطیب جامع مسجد محمدی اہل حدیث

چوک سرائے کرشنا - ضلع بھکر

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ○ دھوکا دیتے ہیں یہ بازی گر کھُلا

کشف الحقائق

حصہ اول

مُرتّبہ

حضرت مولانا محمد بشیر ظہیر (سابق دیوبندی)

خطیب جامع مسجد محمدی اہل حدیث

چوک سرائے کرشنا۔ ضلع بھکر

نام ________ كشف الحقائق
مرتبہ ________ محمد بشیر
اشاعت ________ اوّل
قیمت ________

ملنے کا پتہ

(۱) ۳۲ PP دریاخان ضلعی صدر F-Y-A بھکر

(۲) زبیر محمود خیل خلف الرشید محمد صدیق
دفتر اہل حدیث یوتھ فورس دریاخان تحصیل وضلع بھکر

(۳) جامعہ مسجد محمدی اہلحدیث دریاخان محلہ فاروق آباد تحصیل وضلع بھکر

(۴) محمد بشیر خطیب جامع مسجد محمدی اہلحدیث وناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث چوک سرائے کرشنا
تحصیل وضلع بھکر

حفیظ پرنٹنگ پریس کبیروالہ ضلع خانیوال فون ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اپنی زباں میں :

اے ہمہ در پردہ نہاں راز تو
بے خبر انجام ۔ ز آغاز تو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؁

یہ کتاب کشف الحقائق جناب حضرت مولانا محمد بشیر صاحب ظہیر کی عظیم الشان کتاب ہے جس سے علمی ذوق رکھنے والوں میں انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے لیکر آخر تک غور سے پڑھا اور حوالہ جات کو درست پایا یہ کتاب دیوبندی (حنفی) کے عقائد کے متعلق ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے کہ اکثر حوالہ جات دیوبندی (حنفی) مسلک کی کتب سے ہیں اس کا جواب علماء دیوبند شاید نہ دے سکیں یہ کتاب ہزاروں انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دے گی۔ قارئین کرام کی اطلاع کیلئے اس کتاب کے مصنف ایک عرصہ تک خود دیوبندی (حنفی) عالم رہے ہیں بعد میں رب کعبہ نے ہدایت فرمائی اور آپ کے دل میں سچے مسلک کی حقانیت جاگزیں ہو گئی اور آپ راہِ حق میں عزیز رشتہ داروں دوست احباب کی پروا کئے بغیر دیوبندی (حنفی) مذہب سے تائب ہوئے اور اپنے حق پرست ہونے کا اعلان فرمایا ظاہر ہے کہ جب ایک ایسا عالم دیوبندیت کے حقائق کے متعلق قلم اٹھائے گا تو کس قدر سچی باتیں لکھی ہوں گی اہلحدیث یوتھ فورس ضلع بھکر کو یہ شرف حاصل ہو رہا ہے کہ اس عظیم کتاب کو شائع کروا رہی ہے۔ اہلحدیث یوتھ فورس

پاکستان میں کتاب وسنت کی بالادستی چاہتی ہے اور مسلمان اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ قرآن وحدیث دین کا ستون ہیں اور یہی دو چیزیں دین کی اصل ہیں نیز ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے کہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن اگر جسم ہے تو حدیث اس کی روح ہے اور کتاب اللہ اگر متن ہے تو احادیث نبویہ اور حضورؐ کے اقوال افعال اس کی شرح ہیں۔

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کے امن وامان اور انفرادی زندگی کی خوشگواری کی جانب اسلام ہی نے صحیح رہنمائی کی ہے اگر مسلمان چودہ سو سال پیچھے لوٹ جائیں وہ چیزیں اپنالے جو ہمارے اسلاف نے صحابہ کرام نے استعمال کی تھیں آج کی پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں۔

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کوئی حوالہ یا اور کوئی بات غلط ہو تو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں دور کی جاسکیں۔

ہماری گزارش ہے کہ اس کتاب کو تعمیری انداز میں پڑھیں اور دیوبند بھائیوں کو بھی پڑھائیں تاکہ وہ بھی حق کی جانب آجائیں اور سچا مسلک قبول کرلیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ

محمد شفیق سلفی، سیکرٹری جنرل اہل حدیث یوتھ فورس ضلع بھکّر۔

باب نمبر ۱

سببِ تالیف

برادرانِ اسلام! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،
اما بعد۔ میرا اِس مختصر کتاب تالیف کرنے کا مقصد بعض معروف اشخاص اور اُن کے ناپسندیدہ افعال وعقائد کو عوام الناس کے سامنے بے نقاب کرنا ہے۔ کیونکہ بہت سے حق پرست محقق علماءِ کرام نے ان اشخاص کے باطل عقائد سے باخبر ہونے کے بعد ان کو چھوڑا اور مسلکِ اہلِ حدیث کو دل وجان سے قبول کرلیا۔ احقر نے بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ جب غیر متعصب لگا ہوں سے اُن کے عقائدِ باطلہ کا گہرا مطالعہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی نعمت صراطِ مستقیم نصیب ہوئی۔ یعنی مسلکِ اہلِ حدیث اپنالیا۔ پھر مسلکِ اہلِ حدیث قبول کرنے کے ساتھ ساتھ یہ صورتِ حال سامنے آئی کہ نئے اور پرانے دوستوں نے اِس تبدیلی عقائد پہ بار بار سوال اٹھایا کہ تم نے دیوبندیت کو کیوں خیرباد کہا اور عقائدِ علماءِ دیوبند میں کیا خرابی دیکھی اس لئے میں نے یہ امر ضروری سمجھا کہ تمام دوستوں کے سوال کا جواب ایک کتاب کی شکل میں تمام لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور عقائدِ علماءِ دیوبند کو انہیں کی تصنیف کردہ کتابوں سے

من وعن اخذ کر کے عقائدِ علماءِ دیوبند کا بھیانک منظر بے نقاب کیا جائے اور باور کرایا جائے کہ دیوبندی وڈیروں کے عقائد افعال مشرکانہ ہیں مگر ان کی مذہبی رضائی کا غلاف چمکیلا اور اجلا نظر آتا ہے لیکن اندر سے روئی بہت گندی اور بوسیدہ ہے۔ غلاف سے مراد اُن کی چرب اللسان تقریریں اور فلک شگاف دعوے اور روئی سے مراد اُن کی گمراہ کن تصنیفات ہیں جیسے مرحوم ظفر علی خان نے بہارستان کے صفحہ نمبر ۲۱۰ پر کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

بیچ میں کھٹمل بھرا گودڑ سے پھیلا ہوا
گرچہ آتا ہے نظر اُجلا رضائی کا غلاف

اسی لئے لوگ دیوبندیت کی چمکیلی رضائی یعنی علماءِ دیوبند کے فنِ خطابت کو دیکھ کر اپنی لاعلمی اور سادگی، عقیدت و تقلید اور شیخ پرستی کے دام تزویر میں پھنس کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھے ہوئے ہیں مگر عقائد علمائے دیوبند کے مشرکانہ پس منظر کو سمجھ نہیں پاتے۔ اس بنا پر کہ شیطان نے اُن کی اور اُن کے وڈیروں کی عقلوں کو کھلونا بنا رکھا ہے۔ شیطان کی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے جو مخصوص اشخاص کے مقلد و مطیع بن کر اپنے وڈیروں کے قبیح اور مشرکانہ عقائد کو توحید سمجھے ہوئے ہیں اور شرک کے فعال بن کر اپنی عاقبت کھوٹی کر رہے ہیں۔

ان عقیدت مندوں کو قطعاً یہ معلوم نہیں کہ دیوبندی وڈیرے اپنی جھوٹی شان ظاہر کرنے کے لئے اپنی بناوٹی بوٹوں کا دعویٰ کرتے ہوئے اور اپنی اتباع و اطاعت کی دعوت دیتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں حالانکہ ایسے دعوے کرنا صرف اور صرف انبیاء علیہم السلام کا ہی حق تھا۔ اب مجھے انہیں لوگوں کا

کھٹمل بھرا بستر ی گو دڑ لوگوں کے سامنے تار تار کر کے دکھلانا مقصود ہے تاکہ اِس بکھرے ہوئے ملبہ کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکیں کیونکہ میں نے زندگی کا کافی حصہ انہیں میں گزارا ہے اور اُن کے مشرکانہ عقائد اور توہینِ رسول کو انہی کی تحریرات میں دیکھ کر دیوبندیت کو خیرباد کہا ہے اور مسلکِ اہل حدیث کو حق اور صحیح سمجھ کر دل و جان سے قبول کیا ہے۔ ماشاء اللہ جماعت اہلِ حدیث میں متّبع رسول افراد کی اکثریت پائی جاتی ہے۔ اب سب سے پہلے میں نے دیوبندیوں کی مستند اور مشہور انہیں کے بزرگوں کی تحریر کردہ کتابوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ دیوبندی وڈیروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر حملہ آور ہونے کی ناکام کوشش کی اور اِن وڈیروں کے مریدین نے بھی انہیں منصبِ نبوّت الاٹ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ......

منصبِ نبوت کی طرف محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دار العلوم دیوبند کی پیش قدمی

مولانا احسن گیلانی صاحب فاضلِ دیوبند اپنی تصنیف کردہ کتاب سوانحِ قاسمی میں نبوتِ قاسمی کی یوں دھوم مچاتے ہیں:

> " مولانا محمد قاسم اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کے استفسار پر رونے لگے۔ پھر بڑے یاس انگیز الفاظ میں فرمانے لگے کہ اپنا حال کیا بیان کروں، جہاں تسبیح لے کر بیٹھا بس ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اس قدر گرانی جیسے سَو سَو من کے پتھر کسی نے رکھ دیئے زبان و قلب سب بستہ ہو جاتے ہیں۔ زبان معلوم ہوتا ہے پہاڑ ہو گئی۔ شیخ عارف (حاجی امداد اللہ) نے فرمایا۔ مبارک ہو حق تعالیٰ کے اسم علیم سے آپ کو خصوصی نسبت ہے

اور اسی نسبتِ خصوصی کے آثار ہیں جن کا تجربہ اور مشاہدہ آپ کو کرایا جا رہا ہے۔ پھر اس دعویٰ کی دلیل میں حضرت حاجی صاحب نے یاد دلایا کہ نزولِ وحی کی اِس کیفیت کو جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئی تھی جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ غیر معمولی وزن آپ میں پیدا ہو جاتا، اُونٹ کی پشت پر ہوتے، تو اونٹ بیٹھ جاتا (سوائے قصویٰ آپ کی خصوصی اونٹنی کے)

زید بن ثابت کاتبِ وحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا تو وہ واقعہ مشہور ہی ہے کہ اُن کے زانو پر سر رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے کہ عین اسی حال میں وحی نازل ہونے لگی۔ زید کا بیان ہے کہ اتنا غیر معمولی وزن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت پیدا ہو گیا کہ گویا میرا زانو چُور چُور ہو جائے گا، مجھے ایسا محسوس ہونے لگا، اور یہ قصہ تو بخاری شریف کے شروع میں ہے کہ سردیوں کے سخت ترین موسم میں بھی وحی جب نازل ہوتی تو جبینِ انور پسینہ سے تر الجبہ ہو جاتی تھی۔

الغرض شدت و گرانی کی جو کیفیت نزولِ وحی کے وقت پیدا ہوتی تھی اسی کیفیت کو پیش کر کے شیخ عارف (حاجی امداد اللہ) نے سمجھایا کہ یہ علمی نسبت کا نور ہے۔"

حاجی صاحب نے مولانا محمد قاسم کو خطاب کر کے فرمایا:

"یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ وہ ثقل (گرانی) ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا تم سے (یعنی نانوتوی) حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے۔ جو نبیوں سے

لیا جاتا ہے۔"

سوانح قاسمی ص ۲۵۶/۲۵۹ ج ۱

نانوتوی صاحب کی نبوت پر مولانا رفیع الدین نانوتوی کی کشفی تصدیق ملاحظہ فرمائیں

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مجددی نقشبندی کا مکاشفہ

"حضرت مولانا نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی قبر عین کسی نبی کی قبر میں ہے۔"

مبشرات دارالعلوم ص ۳۶ ماخوذ زلزلہ

خود بینی کی شرمناک مثال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزا

ارواحِ ثلثہ کے مرتب امیر شاہ خاں لکھتے ہیں:

"حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اپنی رداءِ مبارک (چادر) میں مجھے ڈھانپ کر کبھی اندر لاتے اور کبھی باہر لے جاتے ہیں۔ سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضور رداءِ مبارک میں لیئے رہتے ہیں اور الگ کرنا نہیں چاہتے۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۲۱۵ سوانح قاسمی ص ۲۷۸ جلد ۱

نانوتوی کی نبوت پر اشرف علی تھانوی کی تصدیق

"یہ ایک کشف صحیح ہے جس میں کچھ استبعاد نہیں۔"

حاشیہ ارواحِ ثلثہ ص ۲۱۵۔ سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۷۸

اب نانوتوی کی صورت ملاحظہ فرمائیں

مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب دیوبندی اپنی تصنیف سوانح قاسمی میں یوں بیان کرتے ہیں:

"جس زمانہ میں مولوی صاحب (نانوتوی) میرے مکان میں رہتے تھے۔ مولوی صاحب کی صورت پر جذب کی حالت برستی تھی سر کے بال بڑھ گئے تھے۔ نہ دھونا نہ کنگھی نہ تیل نہ کترے نہ درست کیے۔ عجیب صورت تھی۔ جوئیں بھی ہو گئی تھیں۔"

سوانح قاسمی ج ۱ ص ۲۷۶، ۲۷۷

اب دیوبندیوں کی جنت البقیع ملاحظہ فرمائیں:

"خطیرۂ قدسیہ یا خطۂ صالحین یعنی جس قبرستان میں حضرت مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ، فخر الہند مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور سینکڑوں علماء و طلبہ مدفون ہیں۔ اس حصّہ کے متعلق حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا کشف تھا کہ اس حصّے میں مدفون ہونے والا ان شاء اللہ مغفور ہے"

مبشرات دار العلوم ص ۳۱

اب چند لمحات کی فرصت نکال کر ذرا مندرجہ بالا حوالہ جات پر غور کیجیے اور انصاف و دیانت کے ساتھ فیصلہ کیجیے کہ اسی قسم کے حوالہ جات

قادیانی لٹریچر سے بڑھ کر مرزائیت کو ختمِ نبوت کے منکر قرار دیا تھا۔ جب اپنے بزرگوں کا معاملہ سامنے آیا تو دیوبندیوں نے مساحمت سے کام لیا۔ اب کس منہ سے دیوبندی اپنے آپ کو ختمِ نبوت کا داعی سمجھتے ہیں۔ دنیا جہان کی تاریخ میں دوسروں کو جھٹلانے کی ایک سے ایک بڑھ کر مثال مل سکتی ہے لیکن اپنے آپ کو جھٹلانے کی اس سے زیادہ شرمناک مثال علاوہ ازیں کہیں سے نہ ملے گی۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے ساتھ تصادم، مذکورہ بالا واقعات میں توہینِ رسول کرنے کی دیوبندیت نے حد کر دی اور پھر اپنے آپ کو ساری دنیائے اسلام سے برتر سمجھتے ہیں۔ دیوبندیو! انصاف سے فیصلہ کرنا۔ نبوّت کا فیضان رسول کی طرح وحی کی گرانی۔ کارِ انبیا کی سپردگی سوتے اور جاگتے میں اپنے آپ کو کملی مبارک میں دیکھنا توہینِ رسول اور دعوۂ نبوت کرنے کا کوئی اور بھی دقیقہ باقی رہ گیا ہے؟ حاجی امداد اللہ تو نانوتوی صاحب کو نبی بننے پر مبارک بھی پیش کر چکے ہیں۔

کیا اب بھی آپ سے ہمیں پوچھنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ امام الکبیر اسی نانوتوی کو کہا گیا ہے۔ کیا یہی تمہارا نبی ہے جس کے قلب پر نبوّت کا فیضان ہوتا تھا۔ کیا یہی نانوتوی عین کسی نبی کی قبر میں دفن ہے۔ کیا اسی شکل سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں جیسا کام لینا ہے۔ کیا اسی شخصیت کے پاس سوتے اور جاگتے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے۔ کیا اسی جوؤں بھری شخصیّت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت والی چادر مبارک میں چھپائے رکھتے تھے۔ کیا اسی مجذوب صورت کو الگ کرنا نہیں چاہتے تھے؟

دوستو اور بھائیو! آپ سے دردمندانہ گذارش ہے کہ احقر نے جتنے حوالہ جات پیش کئے ہیں یا آئندہ پیش کئے جانے والے ہیں، مہربانی فرما

کر مذکورہ کتابیں لے کر ضرور تحقیق فرمائیں۔ آپ کو بخوبی پتہ چل جائے گا کہ یہ بھی انگریز کا پودا لگایا ہوا تھا۔ آپ ناراض نہ ہوں بلکہ دیوبندیت کے بھیانک پس منظر کو بھانپنے کی کوشش کریں۔ انشاءاللہ آپ کو ہدایت نصیب ہو گی! یہ واقعات صرف مولوی نانوتوی تک ہی محدود نہیں کہ اسے لغزش اور حسنِ اتفاق پر محمول سمجھ کر ٹالا جائے بلکہ دیوبندیوں کے جتنے بھی مشاہیر و ڈیرے بمعہ تبلیغی جماعت ... کم و بیش سبھی اس قسم کے نظریات رکھتے ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات پر دیوبندیت کا بھیانک پس منظر دیکھ کر آپ حیران و ششدر رہ جائیں گے

ابھی تو ابتدائے دیوبندیت ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ختم نبوت کے مقدس دروازے کو ناپاک ٹھوکر سے توڑنے والا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دار العلوم دیوبند ہے

محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں ختم نبوت کے متعلق اپنا ناپاک عقیدہ یوں تحریر کرتا ہے:

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔"

تحذیر الناس ص ۳

قارئین حضرات! آیت خاتم النبیین کی تفسیر جو نانوتوی صاحب نے کی ہے، اس ناپاک عبارت کو ذرا دوبارہ غور سے پڑھیں۔ اس ناپاک عبارت میں نانوتوی صاحب نے صرف یہ مطلب بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارواحِ عالم میں انبیاء علیہم السلام سے پہلے پیدا ہونا اور دنیا میں انبیا علیہم السلام کے سلسلہ میں سب سے آخر مبعوث ہونا آپ کی نبوت کا آخری ہونا یعنی آپ کو آخری نبی ماننا۔ آپ کے بعد تا قیامت کسی نئے نبی کا نہ آنا۔

اس میں حضورؐ کی کوئی فضیلت اور شان نہیں ہے بلکہ نانوتوی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ وہ لوگ کم فہم، احمق اور ناسمجھ ہیں اور جن کا عقیدہ میری کی ہوئی تفسیر کے مطابق ہے، وہ اہل فہم اور روشن ضمیر لوگ ہیں۔ اسی طرح نانوتوی صاحب نے مرزائیت کے باغ کو اپنے علمی پانی سے سینچنے کی ناکام کوشش کی ہے اور پورے عالم اسلام کے عقیدہ کو دھچکا لگایا ہے پھر خود ہی اپنے مسلمان ہونے کو مشکوک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کہ میں جانتا ہوں کہ یہ بات اہلِ اسلام یعنی مسلمانوں میں سے کسی کو گوارا نہ ہوگی"

یعنی نانوتوی صاحب نے یہ ثابت کیا کہ میری یہ بات کوئی غیر مسلم مرزائی جیسا ہی قبول کرے تو کرے ورنہ مسلمان کا کوئی فرد نہ اس کو گوارا نہیں کرے گا۔ حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں۔ مقدور ہو تو پاس

ختم نبوت کے مقدس دروازے پر دوسری ناپاک ٹھوکر

"اگر خاتمیت یعنی اتصافِ ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افرادِ خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

تحذیر الناس ص ۲۸

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اگر نانوتوی کا یہ ذاتی عقیدہ ہوتا کہ آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہو گا بلکہ عیسےٰ علیہ السّلام کا آسمان سے نزول ہو گا تو حضرت صاحب یہ نہ فرماتے کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ پھر افراد مقدرہ کا لفظ کہہ کر واضح کر دیا کہ جو کلّی طور پر آپ کے تابع ہو اور نئی شریعت لانے والا نہ ہو تو اس سے آنحضورؐ کی خاتمیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسا کہ نانوتوی صاحب دوسرے مقام پر یوں فرماتے ہیں :

"ظل اور اصل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیّت پھر بھی ادھر اصل خاتم النبیین کی طرف رہے گی۔"

چلتے چلتے ادریس کاندھلوی کی بھی سُنیے :

"اگر بفرضِ محال تھوڑی دیر کے لئے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی حضور کی خاتمیت رتبیہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔"

تحذیر النّاس ص ۵۶

"بفرضِ محال اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو تو حضورؐ کی خاتمیت رتبیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔"

تحذیر النّاس ص ۵۶

بھائیو دوستو! گذارش ہے کہ نانوتوی صاحب اور ادریس کاندھلوی صاحب اگر یہ فرماتے کہ حضورؐ کے بعد اگر کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر حضورؐ کی شان میں کچھ فرق نہ آئے گا تو بھی کچھ عقل تسلیم کرتی۔ یہاں تو صاف

ظاہر ہے کہ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد نبی آسکتا ہے مگر حضورؐ کے تابع رہ کر۔ اسی عقیدہ نے مرزائیوں کو راستہ دیا ہے۔ پھر مولانا یہ فرماتے ہیں کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ حضورؐ کے بعد نبی آسکتا ہے تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بھائی صاحب ہمارا تو عقیدہ ہے کہ تھوڑی دیر کیا اگر انسان کے دل میں یہ بات ایک سکینڈ کے لئے بھی عقیدتاً بیٹھ جائے تو انسان کا ایمان ہی باقی نہیں رہتا۔ کافر ہو جاتا ہے

عین اسی طرح مرزا مردود کہتا ہے:

"یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد نبوّت کا دروازہ کھلا ہے۔"

حقیقت النبوّۃ ص ۲۲۸

پھر مرزائی مصنف نے یہ بھی کہا ہے کہ:

"حضرت مولوی صاحب موصوف (نانوتوی) کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارے میں سابق علماءِ محققین کی روشنی میں آپ نے نہایت واضح موقف اختیار فرمایا ہے۔"

افاداتِ قاسمیہ ص ۱۶

اب ذرا دوستٹ کے لیئے سوچیں کہ اِس مرزائی مردود نے نانوتوی کی عبارت سے کیسا فائدہ اٹھایا حالانکہ اِس مرزائی کا کذب ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتمیتِ محمدی کا یہ گندا معنیٰ سابق علماءِ محققین کی روشنی میں کیا ہے بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ من گھڑت معنیٰ اسلاف کے معنیٰ کے خلاف ہے اور اجماعِ اُمت کے بھی خلاف ہے۔ نانوتوی کا یہ معنیٰ اپنا من گھڑت معنیٰ ہے۔

مرزائیت کی حوصلہ افزائی

اب قادیانیوں کے وہ افادات ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے اپنے مسلک ہم خیال پیش رو پیشوا محمد قاسم نانوتوی سے حاصل کئے ہیں۔ چنانچہ افادات قاسمیہ کا مصنف ابو العطا جالندھری لکھتا ہے:

"جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنوں کی تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا ہے۔"

افاداتِ قاسمیہ ص ۱۶

تحذیر الناس کے صفحہ نمبر ۱۸ کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

"اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور قائم رہتا ہے۔" تحذیر الناس ص ۱۸

مرزائیت اور دیوبندیت میں یکسانیت

پیغامِ احمدیت کا مصنف لکھتا ہے:

"بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ احمدی (یعنی قادیانی) ختم نبوت کے قائل نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ محض دھوکے اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جبکہ احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمۂ شہادت پر یقین رکھتے ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہوں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانیں۔ قرآنِ کریم میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

ترجمہ: محمد رسول اللہ تم میں سے کسی جوان مرد کے باپ نہیں نہ آئندہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔
قرآن پر ایمان رکھنے والا آدمی اس آیت کا انکار کس طرح کر سکتا ہے۔ پس احمدیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ خاتم النبیین نہیں تھے۔ جو کچھ احمدی کہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہیں۔ نہ تو قرآنِ کریم کی مذکورہ بالا آیت پر چسپاں ہوتے ہیں اور نہ ان سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شان اس طرح ظاہر ہوتی ہے جس عزت اور شان کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے

پیغام احمدیت ص ۱۰

اب مرزائی اور دیوبندی عبارت کو پھر ایک دفعہ غور سے دیکھیں۔ ان ناپاک عبارتوں میں آپ کو ایک بہت بڑی سازش کا پیش خیمہ نظر آئے گا۔
قادیانی عبارت میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ (قادیانی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر نہیں بلکہ خاتم النبیین کے اس معنے کے منکر ہیں جو موجودہ مسلمانوں میں رائج ہے۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ مسلمان اور اسلاف کا اس آیت کے متعلق کیا عقیدہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس آیت کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے۔
تفسیر ابن کثیر میں صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے تمام انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔
۱۔ مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ رُعب سے میری مدد کی گئی ہے۔
۳۔ میرے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے ہیں
۴۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی ہے۔
۵۔ میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
۶۔ مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔

اور حدیث میں آتا ہے۔ میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ احمد ہوں اور میں ماحی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں۔ تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں تلے ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ صحیحین

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا میں اُمّی نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(ابن کثیر اردو ص ۱۸ پارہ ۲۲ سورۃ احزاب مکتبہ فیض القرآن دیوبند سہارنپور)
انظر شاہ کشمیری حاشیہ پر یوں لکھتے ہیں:

"نہ ظلی اور نہ بروزی غلام احمد قادیانی ملعون اور اس کا بیٹا ناخلف وغیرہ مسعود محمود لعن اللہ علیہما کبھی خود کو ظلّی نبی کہتے ہیں اور کبھی بروزی۔ جس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اصل نبی تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ ہم آپ کے سایہ اور ظلّ ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ یہ سب دھوکہ ہے۔ ہر طرح کی نبوّت کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ختم ہوگیا۔"

ابنِ کثیر

قارئین حضرات آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ رسول کریم نے چھ باتوں میں سے آخری چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی کہ مجھے اس بات سے دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے کہ مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے اور آپ نے خاتم النبیین کا معنے عاقب بتایا یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے اور آپ نے فرمایا کہ قیامت تک جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس پر علامہ انظر شاہ کشمیری نے ظلی اور بروزی نبی کی پرزور تردید فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ ہر طرح کی نبوت کا سلسلہ قیامت تک ختم ہو گیا

مقام غور

اب ذرا تحذیر الناس کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ نانوتوی کا کہنا ہے:

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد۔ الخ"

اب مندرجہ بالا احادیث کو دیکھیں۔ کیا نانوتوی صاحب نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمانوں میں لا کر کھڑا نہیں کیا؟ اور اپنے آپ کو خاص مسلمان بنایا۔ پھر نانوتوی فرماتا ہے کہ تقدم اور تاخر زمانی میں کوئی فضیلت نہیں۔ قارئین حضرات! آپ پیارے رسول کا یہ ارشاد بھی پڑھ رہے ہیں کہ مجھے تقدم اور تاخر زمانی سے دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ کیا نانوتوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسات کو داؤ پر نہیں چڑھا رہا ہے؟ پھر کہتا ہے میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہو گی۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسلمان اور اہل اسلام تھے مگر نانوتوی خود اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھ

چاہتا تھا۔ اللہ اس کی یہ آرزو پوری فرمائے آمین

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور اس کے بعد ساتھ ہی عرض کرتا جاؤں کہ مرزائیوں نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے جس کا نام "آیت خاتم النبیین اور جماعتِ احمدیہ کا مسلک بزرگانِ سلف کے ارشادات کی روشنی میں"

مذکورہ کتاب میں مرزائیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بزرگانِ سلف کے ارشادات کے مطابق جماعتِ احمدیہ (یعنی مرزائی) کا عقیدہ درست ہے اور کافی گذشتہ گمراہ کن لوگوں کے بیانات علیحدہ کر کے لوگوں کے سامنے ان کی بزرگی دکھا کر مرزائیوں نے ثابت کیا ہے کہ تمہارے بزرگوں کا عقیدہ بھی یہی ہے جو جماعتِ احمدیہ کا ہے۔

خبردار! ہم یعنی اہل حدیث با بانگ ڈہل ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ جن کے بیانات مرزائیوں کی تحریروں کے ساتھ خاتم کے معنے ایں یہ واضح کریں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی آسکتا ہے ہم ان کو بزرگ تو کیا، ان کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ لوگ ملعون ہیں۔ اسی لئے تو میں نے ان لوگوں کا ساتھ چھوڑا ہے اور مسلکِ اہل حدیث قبول کیا۔

اور میں دیگر دوستوں سے بھی عرض کروں گا

چھڈ دے اوہاں دی یاری متاں ہو جائے دل کمال
اہناں کولوں اہل حدیثی چنگی جھڑی بخشے نور اُجالا

لوگ اہل حدیثوں پر طعن کرتے ہیں کہ یہ وہابی بزرگوں کو نہیں مانتے! ہم واقعی ایسے بزرگوں کو نہیں مانتے جو اللہ کی کتاب اور رسول کریمؐ کے فرمان

کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں۔

اب میں تمہارے ہی ایک اور بزرگ کا شعر تمہیں سناتا ہوں۔ مولانا روم لکھتے ہیں

فکر کن در راہِ نیکو خدمتے
تا نبوّت یابی اندر اُمتے

ترجمہ۔ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے

مثنوی دفتر پنجم ص ۵۲

اب بزرگوں کو ماننے والوں کو میں عرض کروں گا کہ مولانا روم کے اس عقیدے کو مانو بھلا پھر دیکھیں طرفہ تماشا کیا بنتا ہے! بس صرف اہل حدیث پر ہی الزام لگائے جاتے ہیں

دیوبندیوں کے پیشوا کا قرآن ملاحظہ ہو

"فرمایا کہ جب مثنوی کے درس کا وقت آتا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب یوں فرمایا کرتے تھے کہ آؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کریں۔ ایک شعر ہے

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

اس کا لوگوں نے اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں زیادہ تر مضامین قرآن شریف کے ہیں لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے عجیب تفسیر فرمائی کہ بھائی قرآن سے مراد کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی کبھی وحی سے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے ہوتا ہے تو معنی مصرع کے یہ ہیں کہ مثنوی کلام الٰہی یعنی الہامی ہے حضرت اس تفسیر کی بنا پر تلاوت کا لفظ استعمال فرماتے تھے"

ازدواج ثلاثہ ص ۷۱ نیا ایڈیشن

ٹھیک اسی طرح مرزا خبیث اپنے الہام کو یوں بیان کرتا ہے۔
"آئی لو یو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ آئی شیل ہیلپ یو۔ میں یقیناً تمہاری مدد کروں گا۔ آئی ایم وِد یو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ آئی کین وٹ آئی وِل ڈو۔ میں جو چاہوں گا کر سکتا ہوں اور میں نے یوں محسوس کیا گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔"

براہین احمدیہ ص ۴۸۰ مصنفہ غلام احمد

غور فرمائیں کہ مرزا کہے کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور میری کلام الہامی ہے تو دیوبندی حضرات آسمان سر پہ اٹھالیں کہ یہ مرتد ہوگیا ہے۔ اگر حاجی امداد اللہ کہے کہ مثنوی الہامی کتاب ہے تو دیوبندی صمٌ بکمٌ ہو کر رہ جائیں۔ اب ذرا دیوبندیوں کو وہ لفظ اپنے بزرگ کے حق میں استعمال کرنا چاہیئے جو مرزے مرتد کے متعلق استعمال کیئے جاتے ہیں لیکن دیوبندی ایسا ہرگز نہیں کرسکتے کیونکہ یہ تو اُن کے گھر کا معاملہ ہے۔ دیوبندی تو صرف دوسروں کے بزرگوں کو بُرا بھلا کہنا جانتے ہیں۔

آئے دن دیوبندی ڈھنڈورا پیٹتا ہے کہ غیر مقلد اماموں کو نہیں مانتے خوب سن لو دیوبندیو! جن کو تم امام بنائے بیٹھے ہو، قرآن میں ان کا ذکر تک موجود نہیں ہے۔ ہم اس شخصیت کو پیشوا مان بیٹھے ہیں جس کی امامت کا فیصلہ خدا نے عرشِ عظیم پر کیا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی امام کی ضرورت نہیں۔ تمہارا کیا اعتبار۔ تم تو جس کو چاہو کہو کہ یہ ہمارا امام ہے۔ تم نے تو نانوتوی کو امام الکبیر کا رتبہ الاٹ کر ڈالا ہے اور رشید احمد گنگوہی کو امام ربانی

کہا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات پر ان سب وڈیروں کا ذکر آئے گا جنہوں کو تم نے نبوّت اور امامت اور غیب دانی کا درجہ بھی دیا ہے۔ گویا کہ دارالعلوم دیوبند امام ساز اور نبی ساز فیکٹری تھی۔

توہینِ رسول

نانوتوی صاحب اپنی کتاب تحذیر النّاس میں لکھتے ہیں:

"انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل۔ اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

تحذیر النّاس ص ۱۵

تحقیرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

شیخ الاسلام حسین احمد مدنی دیوبندی اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

"پیغمبروں کو عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں۔ عمل میں تو بعض اُمتی پیغمبر سے بڑھ جاتے ہیں۔"

مدینہ بجنور یکم جولائی ۱۹۵۸ء ص ۳ کالم ۲ ماخوذ زلزلہ

مرزا توہینِ رسول یوں کرتا ہے:

"کوئی شخص کسی بھی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی آگے نکل سکتا ہے"

اخبار الفضل ۱۷ جولائی سنہ ۱۹۲۲ء

ختم نبوّت کے دروازے کو توڑنے والا دوسرا پہلوان قاری طیب صاحب دیوبندی اپنی تصنیف آفتابِ نبوت میں لکھتے ہیں:

"حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے

کہ جو بھی نبوّت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا، نبی ہو گیا۔"

آفتابِ نبوّت ص ۱۹

اب حقیقت الوحی کے مصنّف مرزا ملعون کی سُنیئے:

"اللہ جلّ شانہٗ، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور کو نہیں ملی

حقیقت الوحی ص ۹۷

تقابل

دیوبندی اور مرزائی تحریروں کو اگر ایک ہی سانچے میں رکھ کر انصاف اور خداداد بصیرت اور عقل و فہم سے سوچا جائے تو دونوں کا نقشہ ایک ہی نظر آتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نانوتوی صاحب نے عام مسلمانوں کا لفظ استعمال کیا ہے اور مرزے نے بعض لوگ کہا۔ نانوتوی نے ناسمجھ کہا اور مرزے نے مسلمانوں پر دھوکے اور ناواقفیت کا الزام لگایا ہے۔ نانوتوی نے آپ کے بعد ظلِ نبی کا اشارہ کیا ہے اور مرزا بھی ایسا ہی کہتا ہے۔

اب قاری طیب کی عبارت اور مرزے ملعون کی عبارت کو غور سے دیکھیں مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ صرف حروف کا ہیر پھیر ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ خاتم کا معنیٰ مہر ہے اور جو آپ کی پیروی کرتا ہے، اس کو کمالاتِ نبوّت حضور بخش دیتے ہیں اس لئے حضورؐ کی توجہ نبی تراش ہے۔ قاری طیب کہتا ہے

کہ حضورؐ نبوت بخشتے ہیں۔ جو بھی نبوت کی استعداد دیا یا ہوا فرد سامنے آیا نبی ہو گیا۔

اب اتنی عظیم یکسانیت کے بعد کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ خاتم النبیّین کے مسئلے میں دیوبندیت اور مرزائیت کا نقطۂ نظر علیحدہ علیحدہ ہے۔ ذہنوں سے اگر انصاف اور ایمان رخصت نہیں ہوا ہے تو اب اِس مقام پر ساحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ باقتضائے انصاف ہر عاقل کو ماننا اور کہنا پڑے گا کہ قادیانیت اور دیوبندیت ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں اور ایک ہی قافلے کے امیر ہیں اور ایک ہی راستے کے دو رہگزر ہیں۔ اگر خاتم النبیّین یعنی ختمِ نبوت کے معنی آخری نبی کے انکار پر اور حضور کے بعد مرزے کو ظلّی نبی ماننے پر قادیانی جماعت کو منکرِ ختمِ نبوت ٹھہرا کر مرتد کہنا امرِ واقعہ ہے تو دیوبندیت نے بھی اپنے وڈیروں کو یہی سمجھا ہے کہ نانوتوی کے قلب پر نبوت کا فیضان ہوتا اور پھر دیوبندی حضرات رات دن بریلوی مکتبۂ فکر کے لوگوں کو اس امر پہ مشرک کہتے ہیں کہ اُن کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ محفلِ میلاد میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اگر حضورؐ کے حاضر ہو جانے کے عقیدہ کے مطابق بریلوی مشرک ہے تو پھر نانوتوی نے بھی یہی کہا ہے کہ سوتے اور جاگتے میں حضور میرے پاس تشریف لاتے ہیں اور مجھے اپنی ردائے مبارک میں لئے رہتے ہیں اور الگ کرنا نہیں چاہتے۔ اب اس لحاظ سے تو نانوتوی بھی مشرک ہے۔ پھر قابلِ ملامت یہ بات ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم کا جو معنیٰ کیا ہے کہ آپ کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آتا، مرزائیت کے لئے راستہ ہموار کیا ہے۔

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ جو گھر جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

نبیوں کے مثل ہونے کا مولانا الیاس کا دعویٰ

ملفوظاتِ الیاس کا مرتب مولانا نعمانی صاحب موصوف کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہیں۔

"مولانا الیاس نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثلِ انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔"

ملفوظاتِ الیاس ص ۵۴

معاذ اللہ! استغفر اللہ! ذرا مولانا کی عبارت دیکھئے کہ نبی بننے کے شوق نے بالکل اندھا کر دیا کہ اپنے کو اور اپنی جماعت کو مثلِ انبیاء علیہم السلام کے کہا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ آیت یقیناً اللہ ہی کی نازل کردہ ہے۔ اور اس کی تفسیر بھی وہی القا فرما رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آیت مذکورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور تفسیر مولانا الیاس پر اُتری ہے۔ بس خدا ہی کی طرف سے جب آیت و تفسیر دونوں ہی کا نزول ہے تو کون خدا کا باغی و بدبخت بندہ ہوگا جو کہ ایک پر ایمان لائے اور دوسرے سے انکار کرے۔ دیکھ رہے ہیں جناب؟ کتنے لطیف پیرائے میں منصبِ نبوت کی طرف پیش قدمی کی گئی ہے۔ چودہ سو برس گزر چکے عالمِ اسلام میں یہ آیت پڑھی جا رہی ہے اور عالمِ اسلام کے علماءِ کرام نے اس کا مفہوم جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ پوری اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن چودہ سو برس کے بعد آج پہلی بار یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ نعوذ باللہ یہ آیت مولانا الیاس اور اس کی اُمت کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اب یہی سمجھا جائے گا کہ مولانا الیاس اور اس کی جماعت مثل انبیاء علیہم السلام
کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں اپنے آپ کو نبی منوانے کے گرو
مرزے ملعون کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن کی ایک آیت کے متعلق
بالکل مولانا الیاس کی طرح مفہوم نکالتا ہے:

"محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحماء بینھم کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں، کہ
ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں

اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء بدر

شانِ رسول میں تبلیغیوں کی ایک اور جسارت

ابو الحسن ندوی اپنی کتاب دینی دعوت میں یوں لکھتا ہے:

"جب مولانا الیاس کا جنازہ لا کر رکھا گیا تو موقع پر شیخ
الحدیث مولانا محمد یوسف کا حکم ہوا کہ لوگوں کو میدان کے نیچے
جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا۔ وما محمد الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع
کے لئے تعزیت وموعظت کیا ہو سکتی ہے

دینی دعوت ص ۱۸۶

قارئین ذرا غور فرمائیں۔ یہ وہ آیت ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے وصال شریف پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت
فرما کر صحابہؓ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حضور کی وفات کا یقین دلایا تھا
مگر تبلیغی خائن لوگوں نے اپنے خود ساختہ نبی الیاس کی موت پہ اس آیت
کو منطبق کر لیا۔ چودہ سو سال گزر گئے مگر کسی بڑے سے بڑے صحابی یا

تابعی بزرگ امام پر یہ آیت وصال کے وقت منطبق نہ کی گئی

مولانا الیاس کی نبوت کی تصدیق ان کی نانی کی زبانی

"امی بی (مولانا الیاس کی نانی، مولانا پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں۔ اختر! (مولانا کا تاریخی نام الیاس اختر) مجھے تجھ سے صحابہ کی سی بو آتی ہے۔ کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔"

دینی دعوت ص ۴۲

واہ بھئی واہ! کیا عجیب ٹیلیویژن تھا! اگر مولانا الیاس کی نانی صاحبہ حیات ہوتی تو ہم اُن سے یہ ضرور سوال کرتے مگر ہم موجودہ تبلیغیوں سے سوال کریں گے کہ بتاؤ مولانا کی نانی صاحبہ کو صحابہ کی خوشبو کا کیسے علم ہوا۔ کیا نانی صاحبہ نے صحابہ کی بو کو سونگھا تھا۔ کیا کوئی صحابی نانی صاحبہ کے پاس آیا تھا یا نانی صاحبہ اُن کے پاس گئی تھی۔ پھر فرماتی ہے کہ الیاس کے ساتھ صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتیں ہیں۔ یہ کونسا علم تھا جو چودہ سو سال کے بعد الیاس کی نانی نے حاصل کیا ہے۔ خدا نے تو ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا جس کے ساتھ بچپن ہی سے دس کے صحابی نبی کی نانی کو نظر آتے ہوں۔ مولانا الیاس کی نبوت بھی نرالی ہے۔ غالباً انڈیا کے نبی ایسے ہی ہوتے ہوں۔

تبلیغی جماعت کا مقصد

ملفوظات الیاس میں مولانا نعمانی صاحب نقل کرتے ہیں:

"ایک بار حضرت (مولانا الیاس) نے فرمایا۔ حضرت مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو اُن کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔"

ملفوظات الیاس ص ۵۰

تبلیغی جماعت کا مقصد رضاءِ تھانوی ہے

ملفوظاتِ الیاس کا مصنف لکھتا ہے:

"کہ مولانا الیاس نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بڑھانے حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقی درجات کی کوشش میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیماتِ حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔"

ملفوظاتِ الیاس ص ۵۹

مولانا الیاس کا مراسلہ

مکاتیبِ الیاس میں مولانا الیاس لکھتے ہیں:

"حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منتفع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اُن کی محبت ہو اور اُن کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا اور اُن کے آدمیوں سے عمل۔

مکاتیب الیاس ص ۱۳۶

تبلیغی جماعت کا دن رات رختِ سفر باندھ کر گلی کوچوں میں سرگرداں پھرنا اور سادہ لوح انسانوں کو گمراہ کرنا اور کہنا کہ یہ طریقہ انبیاء علیہم السّلام کا ہے

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی طرح دین کی دعوت دی ہے یہ سو فیصد غلط ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حنفی نہ تھے اور حنفیت کا انہوں نے کبھی خواب بھی نہ دیکھا تھا اور اپنی عورتوں کو چھوڑ کر مہینوں تک غائب نہ رہتے تھے۔ اگر انبیاء اور صحابہ کا یہ طریقہ ہوتا تو تبلیغی جماعت والوں پر یہ امر ضروری ہوتا کہ وہ قرآن اور حدیث کے مطابق توحید کی اور شریعت محمدی کی دعوت دیتے۔ مگر اب تو تبلیغیوں کی تبلیغ کا پورا دارومدار خوابوں پر اور اشرف علی کے لیکچر پیچ پر اور اماموں کے قول پر مبنی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے وہ کونسا بڑا کام کیا ہے جو مولانا الیاس کو پسند آیا

تھانوی صاحب خود کیا ہیں

تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مرتب خواجہ عزیز الحسن صاحب لکھتا ہے:

"حضرت تھانوی نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ دیکھئے میرا مادہ (یعنی تاریخی نام) مکرِ عظیم ٹھیک ہے یا نہیں؟ میں آخر شیخ زادہ ہوں۔ شیخ زادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں۔ مجھے بھی فطرتیں بہت آتی ہیں۔"

حسن العزیز ص ۱۳

تھانوی صاحب کی فطرت

کمالاتِ اشرفیہ کا مرتب لکھتا ہے:

"کہ تھانوی صاحب نے فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیہ میں حرام و حلال کو زیادہ نہیں دیکھتا کیونکہ میں متقی نہیں ہوں

کمالات اشرفیہ ص ۴۰۶

ایک اور فطرت

اشرف سوانح کا مصنف خواجہ حسن العزیز جو تھانوی کے نہایت چہیتے مرید تھے، اپنے متعلق لکھتا ہے:

"کہ ایک بار میں شرماتے لجاتے حضرت سے عرض کیا کہ میرے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں ہوتا۔ اس اظہارِ محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی محبت ہے۔ ثواب ملے گا۔ ثواب ملے گا۔"

اشرف سوانح ج ۲ ص ۸۲

اب اشرف علی تھانوی کی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی عبدالماجد دریابادی تھانوی صاحب کے خلیفہ ہیں خط لکھ کر مسئلہ دریافت کرتے ہیں

"نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے، لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا کہ عین حالتِ نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب کو آپ کے تصور کو فرض کر لیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا، لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرصہ تک قائم نہیں رہتا بہر حال اگر یہ عمل محمود ہے تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔"

حکیم الامت ص ۵۶

"تھانوی صاحب نے فرمایا۔ محمود ہے جبکہ دوسروں کو اطلاع نہ ہو۔"

حکیم الامت ص ۵۴

ذہن اور اعتقاد کے اس دوغلے پن کو منافقت اور مشرکانہ فعل اور

رسول دشمنی، شیخ پرستی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے اور دوسروں کو اطلاع نہ ہونے والی بات اتنی دھماکہ خیز ہے کہ اِس ایک جملے سے اشرف علی کی مذہبی دیانت کا برتن پھوٹ کر دہ جاتا ہے یہیں سے اشرف علی کے دل کی چوری پکڑی جا سکتی ہے کہ ظاہری طور پر تو توحید کے علمبردار بنے رہو، اور باطنی طور پر اپنی پوجا کرواتے رہیئے۔ اگر اِس تعلیم کو مولانا الیاس صاحب دُنیا میں پھیلا دیں گے تو اخروی ندامت کے سوا تبلیغی جماعت والوں کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

خدا اور پیغمبر سے رخ موڑ کر
ہیں خوش تعلیم تھانوی پر سر جوڑ کر

گھناؤنا خواب

تھانوی صاحب کے ایک مرید کا ایک خواب انہی کی قلم سے لکھا ہوا ملاحظہ فرمائیں:

"کچھ عرصہ سے خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللّٰہ کی جگہ حضور (یعنی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے۔ اِس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح کلمہ پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے محمد رسول اللّٰہ کے اشرف علی رسول اللّٰہ نکل جاتا ہے۔ حالانکہ اِس بات کا علم ہے کہ اِس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے"

رسالہ الامداد ص ۳۴

بات خواب پر ہی ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ تھانوی صاحب کے لکھے ہوئے

خط میں مرید نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ خواب کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بھی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا خیال تھا لیکن حالتِ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی کہتا ہوں۔ اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا ونبیّنا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا"

رسالہ الامداد مطبوعہ تھانہ بھون بابت شوال ۱۳۳۶ھ ص ۳۴

تھانوی صاحب کا جواب

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ تم کو مجھ سے محبت ہے اور یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔"

الامداد ص ۳۴

مولانا احمد سعید اکبر آبادی کا اشرف علی تھانوی کے جواب پر تبصرہ

اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا تھانوی میں جو خو تھی اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے:

"ظاہر ہے اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے۔ شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو۔ اور استغفار پڑھو لیکن مولانا تھانوی صاحب یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اور یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔"

برہان فروری ۱۹۵۲ء ص ۱۸

سبحان اللہ! تھانوی صاحب کے مریدوں کی زبان گویا کہ اپنی نہیں رہتی تھی۔ خود اشرف علی کی زبان بھی اپنے کنٹرول میں نہ تھی جیسا کہ آئندہ صفحات پر معلوم ہو جائے گا۔

وہ زبان کتنی کمینی شاطر اور عیار ہے جو اپنے مرشد کو تو کلمہ تنقیص کہنے کے لئے بے قابو بے اختیار نہیں ہوتی لیکن اس کی نبوت کا اقرار کرنے کے لئے بے قابو ہو جاتی ہے۔ یہ عذر لنگ اگر قبول کر لیا جائے تو میرا خیال ہے کہ دنیا سے امن مفقود ہو کر رہ جائے گا۔ بڑے سے بڑا گستاخ دشنام طراز بھی یہ کہہ کر نکل جائے گا کہ کیا کروں جناب زبان قابو میں نہیں۔ مجبور ہوں، بے اختیار ہوں۔ اس واقعہ کا سب سے زیادہ سبق آموز پہلو یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ تھانوی صاحب اس صریح کلمہ کفر پر اپنے مرید کو سرزنش کرتے، الٹا یہ حوصلہ افزا جواب لکھ بھیجتے ہیں کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے (الامداد ص ۳۴)

چلو مانا کہ مرید کی زبان بے قابو ہو گئی تھی لیکن حکیم الامت صاحب حضرت کا قلم تو اختیار میں رہنا چاہیئے تھا۔ انہوں نے ہوش ہوتے ہوئے ایک کلمہ کفر کی تائید کیوں کی۔ اس لئے کہنا اور ماننا پڑے گا کہ دونوں میں کوئی بھی

بے اختیار نہیں تھا بلکہ یہ واقعہ دونوں کے سمجھے بوجھے اختیار کا منصوبہ وج
میں آیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کلمہ مریدوں نے پڑھا، لقد لق حضرت مد
نے فرمادی۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں یہ دیوبندیت کیا سے کیا بن گئی

مادرِ مشفقہ کا گستاخ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے علماءِ دیوبند
کو اگر ذرا بھی عقیدت ہوتی تو وہ سب سے پہلے مولوی اشرف علی تھانوی
کے خلاف احتجاج کرتے جنہوں نے اصلاحِ انقلاب نامی کتاب میں سے
اپنے ایک رسالہ المخطوب المذبیہ نامی کتابچہ میں نام لے کر حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کھلی گستاخی کی ہے۔ ذیل میں اس
لرزہ خیز واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

کہتے ہیں کہ تھانہ بھون میں جہاں تھانوی صاحب رہتے تھے ایک لڑکی
ان سے پڑھتی تھی۔ جب وہ عنفوانِ شباب کی منزل میں پہنچی تو اُن سے مرید ہو
گئی۔ اس کے بعد کیا حالات پیش آئے۔ خدا ہی کو معلوم ہے لیکن کچھ عرصہ
کے بعد اچانک معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی پرانی بیوی کی موجودگی میں اس
سے عقد نکاح کر لیا۔ نکاح کی خبر مشتہر ہوتے ہی سارے محلے میں آگ سی لگ
گئی۔ ہزار منہ ہزار طرح کی باتیں۔ بہت دنوں تک یہ قصہ عوام و خواص کے
درمیان موضوعِ سخن بنا رہا۔ اصلاحِ انقلاب نامی کتاب میں نسا پنے ایک
رسالہ المخطوب المذبیہ کے اندر انہوں نے خود اپنے قلم سے ان افواہوں
کی جو اس وقت عام طور پر تھانہ بھون کی عورتوں کی زبانوں پر تھیں تصویر
کھینچی ہے:

"ہائے! بیٹی بیٹی کہا کرتے تھے۔ جورو بنا کر بیٹھ گئے۔ ہائے! استاد

ہو کر شاگردی کو کر بیٹھے اور مریدنی بھی تو تھی۔ پیر اور باپ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے پہلے سے ساز باز ہوگی۔"

المخطوب المدنیہ ص ۶ ماخوذ زیر و زبر

دوستو اور بزرگو! اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ پہلے سے ساز باز نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر اشرف علی تھانوی صاحب نے ماں باپ کے یا برادری کے یا عام دوستوں کے مشورہ سے نکاح کیا ہوتا یا پھر برات لے کر سسرال گئے ہوتے تو یہ باتیں نہ بنتیں کیونکہ مولانا بہشتی زیور میں نکاح کا ایک فارمولہ بیان کرتے ہیں۔ شاید یہ نکاح اسی فارمولے کے تحت ہوا ہو:

"اگر مرد بھی جوان ہے اور عورت بھی جوان ہے، دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں۔ دو گواہوں کے سامنے۔ ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا۔ دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ بس نکاح ہوگیا۔"

بہشتی زیور حصہ چہارم نکاح کا بیان ص ۳

لرزہ خیز توہین اور بے غیرتی کا الہام

اس واقعہ کے بعد لوگوں کی طعن و تشنیع سے تنگ آگئے تو اپنی رسوائیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے ایک بے غیرتی کا الہام تراشا اور خود ہی بے غیرتی کی تعبیر بھی بیان کی۔ تھانوی کے قلم سے الہام اور اس کی تعبیر ملاحظہ فرمائیں:

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کمسن بیوی ملے گی۔ اس مناسبت

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضورؐ کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کمسن عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔"

الخطوب المذیبہ ص ۸

دیوبندی حضرات غیرتِ ایمانی کو آواز دیں اور دیگر مسلمان دیوبندیت سے عبرت حاصل کریں۔

اس مقام پر پہنچ کر امّ المومنین کے وفادار فرزندوں کو آواز دیتا ہوں دنیائے اسلام کی مادرِ مشفقہ کے لئے احترام و ادب کا کوئی جذبہ اگر ان کے سینے میں موجود ہو تو وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس بے غیرتی کے کشف اور بے غیرتی کی تعبیر سے ایمان و عقیدت کی دھجیاں اڑتی ہیں یا نہیں؟ تھانہ بھون کے سوا مشکل ہی سے کہیں ایسا انسان ملے گا جس کا ذہن اپنی ماں کی آمد کی خبر سن کر کسی کمسن بیوی کی طرف منتقل ہو جائے۔ "اس مناسبت سے کہ جب وہ حضورؐ کے نکاح میں آئی تھی تو اس کی عمر بہت کم تھی۔ اور وہی قصہ یہاں ہے۔ اس فقرے نے تو امتیاز و ادب کی وہ دیوار ہی گرا دی ہے جو پیغمبر اور امتی کے درمیان روزِ اول سے کھڑی ہے۔ کہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح کا قصہ جس کے پیچھے رب العالمین کا اشارہ کارفرما ہے اور مصلحت خداوندی کے ایماء پر خود روح الامین اس کے پیامبر ہیں اور کہاں تھانہ بھون کے رنگین مزاج شیخ فرطوت کا ایک کمسن اجنبیہ مریدنی کے ساتھ شادی کا واقعہ جو سرتاپا خواہشِ نفسانی اور جذبۂ شہوانی کی تحریک پر عمل میں آیا۔ پس وہی قصہ یہاں ہے کہہ کر جو ان دونوں قصوں کے درمیان یکسانیت پیدا کرنا چاہتا

ہے وہ دوسرے لفظوں میں مسلمان لوگوں کی نظروں میں دھول جھونکنا چاہتا ہے اور اپنے داغ دار خبیث دامن کا غبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ اطہر اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مذکیہ کے دامنِ مطیبہ پر اڑانا چاہتا ہے۔

عبرت کا مقام

اس مقام پر قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی خوں آلود آنکھوں سے ناپاک عبارت کی ذرا یہ تصویر دیکھیں کہ اپنی تقادتوں کا داغ مٹانے کے لئے ظالم نے ایک ہی وار میں دو حرمتوں کو گھائل کیا ہے۔ "وہی قصہ بیان ہے" کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی الگ توہین کی اور کمسن بیوی کی تعبیر نکال کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب میں الگ گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس ملعون عبارت کی ہزار تاویلیں کی جائیں تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ پر رہتا ہے اور ہر غیرت مند مسلمان کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے کہ وہی قصہ بیان ہے کیا واقعتاً یہ صحیح ہے۔ کیا صحیح دونوں واقعے ایک دوسرے کے بالکل مطابق ہیں؟ واضح رہے کہ تھانوی صاحب نے یہ نہیں کہا کہ ویسا ہی قصہ بیان ہے۔ وہی اور ویسا ہی میں جو جوہری فرق ہے۔ وہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ تاہم عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔

دو چیزوں کے درمیان ایک آدھ وصف کا اشتراک بھی "ویسا ہی" کا لفظ بولنے کے لئے کافی ہے لیکن دو چیزوں کے متعلق وہی کا لفظ صرف اسی حالت میں بولا جا سکتا ہے جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان جملہ اوصاف وحالات کلیتہً بالکل مطابق ہوں۔

ہے وہ دوسرے لفظوں میں مسلمان لوگوں کی نظروں میں دھول جھونکنا چاہتا ہے اور اپنے داغ دار خبیث دامن کا غبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ اطہر اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مذکیّہ کے دامنِ مطیّبہ پر اڑانا چاہتا ہے۔

عبرت کا مقام

اس مقام پر قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی خوں آلود آنکھوں سے ناپاک عبارت کی ذرا یہ تصویر دیکھیں کہ اپنی لغو اعتقادتوں کا داغ مٹانے کے لئے ظالم نے ایک ہی وار میں دو حرمتوں کو گھائل کیا ہے۔ "وہی قصّہ یہاں ہے" کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی الگ توہین کی اور کمسن بیوی کی تعبیر نکال کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب میں الگ گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ نعوذُ باللہِ مِنْ ذالِکَ۔ اس ملعون عبارت کی ہزار تاویلیں کی جائیں تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ پر رہتا ہے اور ہر غیرت مند مسلمان کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے کہ وہی قصّہ یہاں ہے کیا واقعتاً یہ صحیح ہے۔ کیا فی الحقیقت دونوں واقعے ایک دوسرے کے بالکل مطابق ہیں؟ واضح رہے کہ تھانوی صاحب نے یہ نہیں کہا کہ ویسا ہی قصہ یہاں ہے۔ وہی اور ویسا ہی میں جو جوہری فرق ہے۔ وہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ تاہم عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔

دو چیزوں کے درمیان ایک آدھ وصف کا اشتراک بھی "ویسا ہی" کا لفظ بولنے کے لئے کافی ہے لیکن دو چیزوں کے متعلق وہی کا لفظ صرف اسی حالت میں بولا جا سکتا ہے جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان جملہ اوصاف و حالات کلیتہً بالکل مطابق ہوں۔

معاذاللہ اس طرح نکاحِ ثانی کے سلسلہ میں مولوی تھانوی صاحب اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جملہ اوصاف وحالات میں کلیتاً ہمسر بنانے کی کوشش کی ہے۔

توہینِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مرزا مرتدیوں بکواس کرتا ہے

"حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پہ میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اسی میں سے ہوں۔"

ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱

توہینِ رسولؐ ملاحظہ فرمائیں:

جیسا کہ جامع المجددین میں لکھا ہے:

"جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لئے احسن عمل اکمل اسوہ ہوتے ہیں اسی طرح نبی الانبیاء علیہ السلام کے دین کے تھانوی مجدّد کی زندگی تجدیدی درجے میں اُمتِ محمدیّہ کے لئے اسلام کی عملی تعلیمات کا ہر شعبہ میں کامل جامع نمونہ ہے۔"

جامع المجددین ص ۱۵۱

اشرف علی رحمتہ اللعٰلمین

اشرف سوانح کا مصنّف لکھتا ہے:

"حضرت والا (تھانوی) کی سراپا رحمت شخصیّت پر بلا مبالغہ وکفیٰ باللہ شہیداً وہ لقب صادق آتا ہے جس سے حضرت گنگوہی قدس سرّہ العزیز نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرّہ العزیز (یعنی پیر و مرشد) کو بعد وفات حضرت حاجی ممدوح یاد فرمایا تھا یعنی بار بار فرما رہے

تھے۔ ہائے رحمتہ اللعالمین، ہائے رحمتہ اللعالمین"۔

اشرف سوانح ج ۳ ص ۱۵۳

چھڈ دے بے ادباں دی یاری تیاں ہو جاوے دل کالا
دیوبندیت تھیں مصطفائی چنگی جہڑی بخشے نور اجالا
چنگا ہو یا لڑ تیڑے چھٹ گئے میری عمر نہ گندی ساری
دیو بندی مسلک کولوں یارو توبہ لکھ لکھ واری

رشید احمد گنگوہی کی منصبِ نبوّت کی طرف پیش قدمی

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اپنی تصنیف تذکرۃ الرشید میں رشید احمد گنگوہی کا اعلانِ نبوّت یوں نقل فرماتے ہیں:

"کئی مرتبہ بحیثیّت تبلیغ یہ الفاظ اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمائے۔ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ کی ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"۔

تذکرۃ الرشید ص ۱۷

ذرا گنگوہی کے اِس اعلان پر غور فرمائیں کہ گنگوہی یہ نہیں کہہ رہے کہ رشید احمد کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہے بلکہ ان کے جملہ کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ حق صرف رشید احمد ہی کی زبان سے نکلتا ہے دونوں جملوں کا فرق یوں محسوس کیجئے کہ پہلے جملہ کو صرف خلاف واقعہ کہا جا سکتا ہے لیکن دوسرا جملہ تو خلافِ واقعہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے تمام پیشوایانِ اسلام کی حق گوئی کو ایک کھلا چیلنج بھی ہے۔ مطلب

یہ ہوا کہ اِس زمانہ میں رشید احمد کی زبان کے علاوہ کسی کی زبان پر کلمۂ حق نہیں ہے اور اخیر کا جملہ کہ "اُس زمانے کی ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"، پہلے جملے سے بھی زیادہ خطرناک اور گمراہ کن ہے۔ اِس جملہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا انکار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر پائی جاتی ہے گویا کہ حضور کی اتباع سے اب نجات نہیں ملے گی۔ اب تو رشید احمد کی پیروی اور اتباع سے نجات حاصل ہو گی۔ نعوذ باللہ من ذالِک۔ مرزا قادیانی ملعون بھی یہی کہا کرتا تھا۔ بالآخر داخل فی النار ہوا

گنگوہی کا مرزے ملعون سے تعلّق

تذکرۃ الرشید کے مصنّف نے گنگوہی کی دوستی کا انکشاف کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مرزا قادیانی جس زمانے میں براہین لکھ رہا تھا اور اُن کے فضل و کمال کا اخبارات میں چرچا اور شہرہ تھا۔ حالانکہ اس وقت تک ان کو حضرت امام ربانی (گنگوہی) سے عقیدت بھی تھی۔ اس طرف کے جانے والوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ مولانا اچھی طرح ہیں؟ اور دہلی سے گنگوہ کتنے فاصلے پر ہے۔ راستہ کیسا ہے؟ غرض حاضری کا خیال بھی معلوم ہوتا تھا اس زمانہ میں حضرت امام ربانی نے ایک مرتبہ یوں ارشاد فرمایا کہ کام تو یہ شخص اچھا کر رہا ہے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۲۸

گنگوہی معصوم عن الخطا

تذکرۃ الرشید کا مصنف یوں لکھتا ہے:

"ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ سردارِ عالم پیشوائے اُمّت پیغمبر کے فرمان کا مخلص اور کامل فرمانبردار جس کو حق تعالیٰ نے زمانہ کا ہادی اور امام بنا کر بھیجا ہو کہ مخلوق اس کے قول و فعل سے آسمانی ہدایت کا سبق لے اور جس کے اعضاء کی عصمت سے حفاظت کی گئی ہو کہ خلقت کے لئے سببِ ضلال و گمراہی نہ بنے۔ وہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہٗ کا نفس اور ایک دم تھا جس کی نظیر میرے علم میں دوسری نہیں۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۵

نبوت کے شایانِ شان گنگوہی کے القاب

تذکرۃ الرشید کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"جس مجسّم نور اور سرتاپا کمال کا عضو عضو درود اں رواں ایسا حسین کہ عمر بھر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۳

"عاشقِ الٰہی عفا اللہ عنہ جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عموماً اور برادرانِ طریقت کی بارگاہ میں خصوصاً کمال ادب کے ساتھ عرض رساں ہے کہ قطب العالم قدوۃ العلماء غوث الاعظم اسوۃ الفقہا جامع الفضائل والفواضل العلیہ مستجمع الصفات التیہیہ السنیہ مجدّدِ زماں وسیلتنا الی اللہ الصمد الّذی لم یلد ولم یولد شیخ المشائخ مولانا الحافظ الحاج

المولوی رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ۔" (ص ۲)

"کمینہ غلامانِ خلیل احمد اپنے ملجا و ماویٰ میزاب رحمت اللہ تعالیٰ علی العالمین غیاث المریدین غوث المسترشدین نائب رسول رب العالمین قطب زماں مجتہد عصرہ دادانہ حضرت مولائی و مرشدی مولانا رشید احمد صاحب دام اللہ ظلال برکاتہم علی العالمین کے خدام کی خدمتِ عالی میں ملتمس عرض داشت ہے۔"

تذکرۃ الرشید ص ۱۲۹

تذکرۃ الرشید کا مصنف مزید لکھتا ہے:

"سمعت قطب الارشاد وغوث العباد و معاذ البلاد مولانا رشید احمد گنگوہی۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸

گنگوہی یوسف ثانی تھے

"اور حق تعالیٰ کی حفاظت اور نگہبانی کو دیکھئے کہ اس یوسف ثانی کا بال بیکا نہ ہوا ایس بے نظیر شیخ اور بے عدیل قطبِ زماں کی سوانح لکھے تو کیا کہے:

تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۲۲

گنگوہی ہادیٔ عالم

"امام ربانی قدس سرہٗ کی ذاتِ مقدس بمنزل عطر گلاب بلکہ روح بنی ہوئی عالم کو مہکا رہی تھی۔ احتمالِ خطا امکانِ ذلت کے درجہ میں آپ یقیناً بشر تھے مگر ہادی اور رہبرِ عالم ہونے کی حیثیت سے چونکہ آپ اِس بے لوث مسند پر بٹھائے گئے تھے۔" تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۶

اب کچھ مرثیے کے القاب سنیئے

اے امام الوریٰ سلام علیک   مرجع و ملجا سلام علیک !
مہدی عہد و عیسےٰ موعود   احمدِ مجتبیٰ سلام علیک
مطلع قادیاں پر تو چمکا   ہو کے شمس الہدا سلام علیک
ترے آنے سے سب نبی آئے   مظہر الانبیا سلام علیک
مسقطِ وحی مہبطِ جبرائیل   سدرۃ المنتہیٰ سلام علیک
کفر کی شب کو کر دیا کافور   مثلِ شمس الضحیٰ سلام علیک
مانتے ہیں تیری رسالت کو   اے رسولِ خدا سلام علیک"

الفضل قادیاں یکم جولائی ۱۹۳۰ء

گنگوہی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاہدہ

"حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ شامی میں تو ہے نہیں۔ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لاؤ شامی اٹھا لاؤ۔ شامی لائی گئی۔ حضرت اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے۔ شامی کے دو ثلث اوراق دائیں جانب کر کے اور ایک بائیں جانب کر کے اندر سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا بائیں طرف کے صفحہ پر نیچے کی جانب دیکھو۔ دیکھا تو اسی صفحہ پر موجود تھا۔ سب کو حیرت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔"

ارواح ثلاثہ ص ۲۶۶ حکایت نمبر ۳۰۷

گنگوہی کے دل میں نبی کا ڈیرا

خاںؒ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصوّرِ شیخ کا مسئلہ درپیش تھا۔ فرمایا کہہ دوں؟ عرض کیا گیا فرمائیے تو فرمایا کہ تین سال کامل حاجی امداد اللہؒ کا چہرہ میرے قلب میں رہا۔ میں نے اُن سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا۔ فرمایا۔ کہہ دوں؟ عرض کیا گیا۔ حضرت ضرور فرمائیے۔ فرمایا (اتنے) سال حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات آپ سے پوچھے بغیر نہیں کی۔ یہ کہہ کر اور جوش آیا۔ فرمایا کہہ دوں؟ عرض کیا گیا فرمائیے مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا۔ بس رہنے دو۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۶۵ حکایت ۳۰۶

گنگوہی اور اس کے متبع لوگوں کی نماز کا منظر

"اس رکوع کے بعد آپ نے دوسرا رکوع شروع کیا، تو اس میں رحمتِ خداوندی کا بیان تھا۔ اس وقت دفعتاً تمام جماعت پر سرور طاری ہو گیا اور پہلی حالت یک لخت منقلب ہو گئی۔ فرحت و انبساط کے ساتھ یہاں تک کہ بعض مقتدی ہنسی ضبط نہ کر سکے اور قہقہہ جاری ہو گیا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۹۸

گنگوہی کا عقیدہ

"کسی نے رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا کہ لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے

ہیں ؟"

جواب: "لفظ رحمۃ اللعالمین صفتِ خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء انبیا اور علماءِ ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو تبادیل دیوے تو جائز ہے۔"

فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۹، ۱۰۰

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی رشید احمد گنگوہی کی وفات تھی

"وفات سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی۔"

مرثیہ رشید احمد گنگوہی ص ۱۶

رسولِ پاک سے مقابلہ

"زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی"

مرثیہ رشید احمد گنگوہی ص ۶

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی

"مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم"

مرثیہ رشید احمد گنگوہی ص ۶

دو ٹوک فیصلہ

اس باب کے خاتمے پر آپ سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ دو راہے

پر کھڑا ہونے کا وقت وقفہ صرف چند لمحے کا ہی ہوتا ہے۔ تذبذب کی حالت میں عمر کا طویل حصہ گزارا نہیں جا سکتا۔ جہاں تک دیوبندیت کی مذہبی ہلاکتوں کا سوال ہے، اس کا ایک ایک گوشہ آپ کے سامنے آگیا ہے اور آئندہ صفحات پر مزید انکشاف ہوگا۔ مرزائیت کے ساتھ یکسانیت بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی جس کی ایک ایک سطر جذبۂ عقیدت کے خون سے آلودہ ہے۔ قادیانی درندوں کے ہاتھوں ختم نبوت کی تباہ کاریوں کا جو لرزہ خیز سانحہ پیش آیا تھا، اس میں دیوبندیت نے جو کردار ادا کیا ہے وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اتنی بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ کسی بھی جماعت یا کسی بھی عالم کے ساتھ ہماری عقیدت و محبت کا تعلق صرف رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے سے ہے۔ جب دیوبندیت نے قاتلانِ حرمتِ رسول (قادیانی) سے ختم نبوت کے معنوں میں یکسانیت کر کے اپنا ناطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑ لیا تو اب دیوبندیت کے ساتھ ہمارے کسی رشتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے اور دیوبندیت کو یکسر مسترد کر دینا چاہیئے۔ بھلائی اسی میں ہے۔ اتنی تفصیل کے بعد بھی اگر دیوبندیت کی ہلاکت خیزیوں کو محسوس کرنے کے لئے ذہن کا کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق رہ گیا ہو تو ورق الٹیئے اور آئندہ ابواب میں دیوبندیت کا بھیانک منظر دیکھئے۔

عاقل کو تو کافی ہے بس اک حرفِ حکایت
ناداں کو کافی ہے نہ دفتر نہ رسالہ!

باب نمبر۲

اب دیوبندی جماعت کے وڈیروں کے خدائی تصرّف اور شرکیہ افعال کے واقعات پیش کیے جاتے ہیں جنہیں پڑھ کر ہر باشعور مسلمان کے دماغ کا تار جھنجھنا اٹھے گا اور ان دیوبندیوں کی توحید پرستی تار عنکبوت کی طرح معلوم ہوگی اور جھوٹی توحید کا بھرم کھل جائے گا۔

وفات کے بعد مع جسم ظاہری کے نانوتوی کی مدرسہ دیوبند میں تشریف آوری

"قاری طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں مولوی رفیع الدین صاحب مدرسہ کے مہتمم تھے۔ دارالعلوم کے صدر مدرسین کے درمیان آپس میں کچھ نزاع چھڑ گئی۔ آگے چل کر مدرسہ کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن صاحب بھی اس ہنگامے میں شریک ہو گئے اور جھگڑا طول پکڑ گیا۔ اب اس کے بعد کا واقعہ قاری طیب صاحب کی زبانی سنیئے۔ اسی دوران میں ایک دن علی الصبح بعد نماز فجر مولانا

رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمود الحسن کو اپنے حجرہ میں بلایا جو دارالعلوم دیوبند میں ہے۔ مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرہ کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔ فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جسدِ عنصری (جسم ظاہری) کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ وہ اِس جھگڑے میں نہ پڑے۔ بس میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔ محمود الحسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصّے میں کچھ نہ بولوں گا۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۲۲۲ حکایت ۲۴۶ نیا ایڈیشن

اِس واقعہ پر اشرف علی تھانوی کا مشرکانہ حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:

"یہ واقعہ روح کا تمثّل تھا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ جسد مثالی تھا مگر مشابہ جسد عنصری کے۔ دوسری یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرّف کر کے جسدِ عنصری تیار کر لیا ہو"

حاشیہ ارواحِ ثلثہ ص ۲۲۲

استغفر اللہ! اے صاحبِ ایمان لوگو غور فرماؤ کہ اس واقعہ اور تھانوی حاشیہ کے ساتھ کتنے شرکیہ عقائد کھٹمل کی طرح لپٹے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ پہلا عقیدہ تو قاسم نانوتوی کے حق میں غیب دانی کا ہے کیونکہ عالم برزخ میں انہیں

خبر ہو گئی کہ مدرسہ دیوبند میں مدرسین کے درمیان سخت ہنگامہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہاں تک کہ مدرسہ کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن صاحب بھی اس میں شمولیت فرما چکے ہیں چل کر انہیں منع کر دیا جائے۔ سوچتا یہ کہ ان کی روح کی قوتِ تصرف کا کیا کہنا کہ تھانوی صاحب کے ارشاد کے مطابق اِس جہانِ خاکی میں دوبارہ آنے کے لئے اس نے خود ہی آگ —— پانی مٹی اور ہوا کا ایک انسانی جسم تیار کیا اور خود ہی اِس میں داخل ہو کر زندگی کے آثار اور نقل و حرکت کی قوتِ ارادی سے مسلح ہوئے اور لحد سے نکل کر سیدھے دیوبند کے مدرسہ میں چلے آئے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ایسا واقعہ کسی بریلوی مکتبہ فکر کی کتاب میں ہوتا تو دیوبندی سر پہ پاؤں رکھ کر بڑی شدّ ومدّ سے اس کی تردید کرتے ہوئے موصوف پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے مگر اب پتہ نہیں دیوبندیوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ اب کسی پر شرک کا فتویٰ صادر نہیں ہوتا بلکہ دیوبندی اپنے شرک کو بھی کمالِ توحید سمجھے ہوئے ہیں اور تھانوی جیسے تو نانوتوی کا خدائی تصرف بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپکا حسنِ کرشمہ ساز کرے

باب نمبر ۳

دیوبندیوں کی توحید کی عمارت کو منہدم کر دینے والا دھماکہ خیز واقعہ

دیوبند کے مشہور فاضل مولانا احسن گیلانی صاحب مصنف سوانح قاسمی نے اپنی اس کتاب میں مولوی محمود الحسن کے حوالے سے کسی واعظ مولانا اور ایک دیوبندی طالب علم کا بڑا عجیب وغریب محیر العقول مناظرہ نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

"وہ (طالب علم) پنجاب کی طرف کسی علاقے میں چلا گیا۔ اور کسی قصبہ میں لوگوں نے ان کو امام کی جگہ دے دی۔ قصبہ والے اُن سے کافی مانوس ہو گئے اور اچھی گزر بسر ہونے لگی۔ اسی عرصہ میں کوئی مولوی صاحب گشت کرتے ہوئے اس قصبہ میں بھی آدھمکے۔ وعظ وتقریر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ ان کے کچھ معتقد ہو گئے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہاں کی مسجد کا امام کون ہے؟ کہا گیا۔ دیوبند کے پڑھے ہوئے ایک مولوی صاحب ہیں۔ دیوبند کا نام سنناتھا کہ واعظ مولانا آگ بگولہ ہو گئے اور فتویٰ دے دیا کہ اس عرصہ میں جتنی نمازیں اس دیوبندی کے پیچھے تم لوگوں نے پڑھی ہیں وہ سرے سے ادا ہی

نہیں ہوئیں اور جیسا کہ دستور ہے۔ دیو بندی یہ ہیں، وہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں۔ اسلام کے دشمن ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قصبانی مسلمان بیچارے سخت حیران ہوئے کہ مفت میں اس مولوی پر روپے بھی برباد ہوئے اور نمازیں بھی برباد ہوئیں۔ ایک وفد اس غریب دیو بندی امام کے پاس پہنچا اور مستدعی ہوا کہ مولانا واعظ صاحب جو ہمارے قصبہ میں آئے ہیں۔ ان کے جو الزامات ہیں، اُن کا جواب دیجئے یا پھر بتائیے کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ کیا کریں۔ جان بھی غریب کی خطرے میں آگئی اور نوکری و دکری کا قصہ تو ختم شدہ ہی معلوم ہونے لگا۔ چونکہ علمی مواد بھی ان کا معمولی تھا۔ خوف زدہ ہوئے کہ خدا جانے یہ واعظ مولانا صاحب کس پائے کے عالم ہیں، منطق اور فلسفہ بگھاریں گے اور میں غریب اپنا سیدھا سادا ملّاں ہوں۔ ان سے بازی لے بھی جا سکتا ہوں یا نہیں۔ تاہم چارۂ کار اس کے سوا اور کیا تھا۔ مناظرہ کا وعدہ ڈرتے ڈرتے کر لیا۔ تاریخ محل و مقام سب مسئلہ طے ہو گیا۔ واعظ مولانا صاحب بڑا طویلہ عرلیفہ زبردست سر پر عمامہ لپیٹے ہوئے کتابوں کے پشتارے کے ساتھ مجلس میں حواریوں کے ساتھ جلوہ فرما ہوئے۔ ادھر غریب دیو بندی امام منحنی و ضعیف مسکین شکل مسکین آواز خوفزدہ لرزاں و ترساں بھی اللہ اللہ کرتا ہوا سامنے آیا۔ سننے کی بات یہی ہے جو اس کے بعد دیو بندی امام صاحب نے مشاہدہ کے بعد بیان کی کہ مولانا

واعظ صاحب کے سامنے میں بھی بیٹھ گیا۔ ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اپنے بازو میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک شخص اور جسے میں نہیں پہچانتا تھا وہ بھی آکر بیٹھ گیا اور مجھ سے وہ اجنبی اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کہتی ہے کہ گفتگو شروع کرو۔ اور ہرگز نہ ڈرو۔ دل میں غیر معمولی قوت اس سے پیدا ہوئی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ دیوبندی امام کا بیان ہے کہ میری زبان سے کچھ فقرے نکل رہے تھے اور اس طور پر نکل رہے تھے کہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں جس کا جواب مولانا واعظ صاحب نے ابتدا میں تو دیا لیکن سوال و جواب کا سلسلہ ابھی زیادہ دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک دفعہ مولانا واعظ صاحب کو دیکھتا ہوں کہ اٹھ کھڑے ہوئے میرے قدموں پر سر ڈالے ہوئے رو رہے ہیں۔ پگڑی بکھری ہوئی ہے اور کہتے جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں۔ للّٰہ معاف کیجئے۔ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں وہی صحیح اور درست ہے۔ میں ہی غلطی پر تھا۔ یہ منظر ہی ایسا تھا کہ مجمع دم بخود تھا۔ کیا سوچ کر آیا تھا اور کیا دیکھ رہا تھا۔ دیوبندی امام صاحب نے کہا۔ اچانک نمودار ہونے والی شخصیت میری نظر سے اس کے بعد اوجھل ہو گئی اور کچھ نہیں معلوم کہ وہ کون تھے اور یہ قصہ کیا تھا (حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن) فرماتے تھے میں نے ان مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کا حلیہ کیا تھا۔ حلیہ جو بیان فرماتے جاتے

تھے، سنا جاتا تھا اور حضرت الاستاذ (یعنی محمد قاسم نانوتوی) کا ایک خال وخط نظر کے سامنے آتا چلا جا رہا تھا۔ جب وہ بیان کر چکے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو تمہاری مدد کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے۔"

سوانح قاسمی ج ا ص ۳۳۲ ۳۳۳

غور کیا جناب نے کہ دیوبندیوں کا اپنے مولوی نانوتوی کے متعلق کیا عقیدہ ہے کہ جب کوئی جاہل دیوبندی کسی مقام پر میدانِ مناظرہ میں بے بسی کی حالت میں تنہا دم توڑ رہا ہو تو مولانا مرحوم نانوتوی کو عالم برزخ میں اس کا علم ہو جاتا ہے اور پھر قوتِ تصرف کے ساتھ اپنی لحد سے نکل کر اس کی مدد فرماتے ہیں لیکن یہ سمجھ نہیں آئی کہ جب اندرا گاندھی نے مدرسہ دیوبند کو سیل کیا تھا، اس وقت نانوتوی کیوں نہ آئے۔

اب حاشیہ نگار کا حاشیہ پڑھیں اور شرک کی منہ بولتی تصویر دیکھیں:

"وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلے میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہلِ سنت والجماعت کا ہے۔ آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالےٰ اپنے بندوں کی امداد کرتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موسےٰ علیہ السلام سے تخفیف صلوٰۃ کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیا علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواحِ طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے (حاشیہ سوانح قاسمی ج ا ص ۳۳۲)

"دوسری تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے، حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امداد پہنچا رہے ہیں۔ روشنی آفتاب سے ملتی ہے، دودھ بھینس گائے سے اور بھینس سے ملتا ہے۔ یہ تو بھلا ایک واقعہ ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی انکار کرنے کی چیز ہو سکتی ہے"۔

صفحہ ۳۳۲

حاشیہ نگار کی قلم کی تلوار سے علماءِ دیوبند کی توحید کے لہو کی ٹپکتی ہوئی آخری بوند ملاحظہ فرمائیں:

"بس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں"۔

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲

یہ ہے دیوبندیت کا بھیانک منظر جو آپ کے سامنے آرہا ہے دیکھئے حجاب یہ ہیں چھپے مشرک دیوبند کے۔ بس یہاں پہنچ کر حاشیہ نگار نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے دیوبندیت کی توحید کا لبریز پیمانہ دیوبند کے دروازے پر لا کر دے مارا اور دیوبندیت کی جعلی توحید کا بھرم پھوٹا۔

بڑا شور سنتے تھے ہر فرد دیوبند کا
جب قریب ہو کر دیکھا تو ہر اک رستم شرک نکلا

یہ ایک عام مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کا غیب کسی نبی کسی ولی کو نہیں دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ ۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

سورۃ لقمان

دیوبندیت کا قرآن سے تصادم

"شاہ عبدالرحیم ولایتی کے ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت نانوتوی کے خاص مریدوں میں تھے۔ اُن کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور تعویذ لینے آتا تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا ہوگا اور جو آپ تبلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۱۵۰

بطنِ مادر کا علم اور قرآن سے تصادم

"عبدالرحمٰن صاحب پھلاسہ (پنجاب) میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے زبردست صاحبِ کشف و حالات تھے۔ کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی دردِ زہ کے لئے تعویذ مانگتا تو بے تکلف فرماتے۔ جا تیرے گھر لڑکا ہوگا! یا لڑکی ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے آپ بتاتے ہیں؟ فرمایا کہ کیا کروں۔ بے حجابا نومولاد کی صورت سامنے آجاتی ہے۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۳۱

قارئین حضرات! کیوں جی دیوبندیت کا بھیانک منظر کیسا ہے؟ دیوبندیوں نے ایسے واقعات بیان کر کے قرآن سے رُوگردانی نہیں کی ہے؟ اور خدا کی لاریب بے عیب کتاب کو دانت نہیں چڑائے گئے ہیں؟ اور عقیدۂ توحید کی دھجیاں نہیں بکھیری ہیں؟ اِس کھلم کھلے شرک کے باوجود علماءِ دیوبند حضرات اسٹیجوں پر گلے کی رگیں جوگیوں کی طرح پھلا پھلا کر جھوم جھوم کر داگ لگا لگا کر

گلا پھاڑ پھاڑ کر مندرجہ بالا آیت کو بار بار پڑھتے ہیں اور اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں۔ ہمیں تو دیوبندیوں کی توحید کا ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ کیسی ہے۔ کتابوں میں کچھ کا کچھ لکھتے ہیں اور وعظوں میں کچھ کہتے ہیں۔ خود اپنی حرکتوں کو بھولے بیٹھے ہیں۔ یہ قرآن سے کھلم کھلا تصادم اور توحید سے روگردانی ہے۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور چبانے کے اور۔

دو رنگی چھوڑ یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو جا یا سنگ ہو جا

سرِدست ایک اور تصادم ملاحظہ فرمائیں

"مولوی قاسم نانوتوی حج پر جاتے وقت عبداللہ خاں راجپوت سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے بعد جواب میں خاں صاحب نے فرمایا۔ بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دو جہاں کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ارواحِ ثلٰثہ ص ۲۳۲

نانوتوی صاحب کے خادم کی قوتِ غیب دانی قاری طیب کی زبانی

"مولانا طیب صاحب فرماتے ہیں کہ لٰیسین نام کے دو صاحبوں کا خصوصی تعلق سیدنا الامام الکبیر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی سے تھا جن میں سے یہی دیوان جی (قاری طیب کے والد) ہیں جن کے متعلق لکھا ہے کہ صاحب نسبت بزرگ تھے۔ اپنے زنانہ مکان کے حجرے میں ذکر کرتے۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں کشفی حالت

دیوان جی کی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ باہر سڑک پر آنے جانے والے نظر آتے رہتے تھے۔ در و دیوار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کرتے وقت باقی نہیں رہتا تھا۔"

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۷

قاسم نانوتوی اور محمد یعقوب مملوک کی غیبی قوت

سوانح قاسمی کے مصنف احسن گیلانی لکھتے ہیں:

"کہ چھتہ کی مسجد دیوبند میں کچھ لوگ جمع تھے۔ اس مجمع میں ایک دن مولوی یعقوب صاحب نانوتوی مہتمم مدرسہ دیوبند فرمانے لگے بھائی آج صبح کی نماز میں ہم مر جاتے۔ بس کچھ ہی کسر رہ گئی۔ لوگ حیرت سے پوچھنے لگے۔ آخر کیا حادثہ پیش آیا سننے کی بات یہی ہے۔ جواب فرما رہے تھے کہ آج صبح میں سورۃ مزمل پڑھ رہا تھا کہ اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اوپر گزرا کہ میں تحمل نہ کر سکا اور قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے۔ کہتے تھے کہ وہ تو خیر گزری کہ وہ دریا جیسا کہ ایک دم آیا ویسا ہی نکلا چلا گیا۔ اس لئے میں بچ گیا۔ کہتے تھے کہ علوم کا یہ دریا جو اچانک چڑھتا ہوا ان کے قلب پر سے گزر گیا یہ کیا تھا؟ خود ہی اس کی تشریح بھی انہی سے بایں الفاظ اس کتاب میں پائی جاتی ہے۔ نماز کے بعد میں نے غور کیا۔ یہ کیا معاملہ تھا تو منکشف ہوا کہ حضرت مولانا نانوتوی ان ساعتوں میں میری طرف میرٹھ میں متوجہ ہوئے تھے۔ یہ اُن کی توجہ کا اثر ہے کہ علوم کے دریا دوسروں کے قلوب پر موجیں مارنے لگے اور تحمل دشوار ہو جائے۔"

ارواح ثلاثہ ص ۳۴۴ ۲ سوانح قاسمی ج ا ص ۳۴۴/۳۴۵

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد احسن گیلانی خود فرماتے ہیں:

"کہ خود ہی بتائیے کہ فکری و دماغی علوم والے بھلا اس کا کیا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔ کہاں میرٹھ اور کہاں چھتہ کی مسجد، میرٹھ سے دیوبند کا مکانی فاصلہ درمیان میں حائل نہ ہوا۔"

سوانح قاسمی ج ا ص ۳۴۴/۳۴۵

مولوی یعقوب صاحب کی غیبی قوت کا کیا کہنا۔ دیوبند میں بیٹھے بیٹھے نانوتوی صاحب کی توجہات معلوم کریں اور نانوتوی صاحب نے میرٹھ سے اپنی توجہ مبذول کر کے علوم کے دریا حضرت کے قلب پر بہا دیئے۔ وقت اتنا ہی لگا جتنا حضور کو معراج کے وقت لگا۔ یہ ہیں اپنے آپ کو نبی منوانے کے گرو۔ دیوبندی حضرات کو چاہیئے کہ شرم سے سر جھکا لیں اور خداداد عقول کو سوچنے پر مجبور کریں۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ حق میں مرے
کیا زلیخاں نے پاکدامن ماہ کنعان کا

باب نمبر۹

نانوتوی کے ہاتھ کا رگڑا

نانوتوی صاحب کے شاگرد منصور علی خاں بیان کرتے ہیں:

"مجھے ایک لڑکے سے عشق ہو گیا۔ اور اس قدر اس کی محبت نے طبیعت پر غلبہ پایا کہ رات دن کے تصورات میں رہنے لگے۔ میری عجیب حالت ہو گئی۔ تمام کاموں میں اختلال ہونے لگا حضرت مولانا نانوتوی کی فراست نے بھانپ لیا لیکن سبحان اللہ تربیت و نگرانی۔ اسے کہتے ہیں کہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضرت نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ شروع کیا اور اسے اس قدر بڑھایا جیسے دو یار آپس میں بے تکلف دل لگی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود ہی اس محبت کا ذکر چھیڑا۔ فرمایا ہاں بھائی وہ تمہارے پاس آتے بھی ہیں یا نہیں؟ میں شرم و حجاب سے چپ رہ گیا تو فرمایا نہیں بھائی یہ حالات تو انسان پر ہی آتے ہیں۔ اس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ غرض اس طریق سے مجھ سے گفتگو کی کہ میری ہی زبان سے اس کی محبت کا اقرار کروا لیا اور کوئی خفگی اور ناراضگی نہیں ظاہر کی بلکہ دلجوئی فرمائی۔ اس کے بعد

میری بے چینی بہت زیادہ بڑھ گئی اور عشق کے ہاتھوں میں بالکل تنگ آگیا تو ناچار ایک دن مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ حضرت لِلّٰہ میری اعانت فرمائیے۔ میں تنگ آ گیا ہوں اور عاجز ہو چکا ہوں۔ ایسی دعا فرما دیجئے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے تو ہنس کر فرمایا کہ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے۔ بس جوش ختم ہو گیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بیکار ہو گیا۔ نکمّا ہو گیا۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ خدا کے لئے میری امداد فرمائیے فرمایا۔ بہت اچھا۔ بعد مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں۔ میں مغرب کی نماز پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا جب حضرت صلواۃ الاوّبین سے فارغ ہوئے تو آواز دی۔ مولوی صاحب! میں نے عرض کیا۔ حضرت حاضر ہوں۔ میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہاتھ لاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اِس طرح رگڑا جیسے بان بٹے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے بالکل عیاناً (کھلی آنکھوں) سے دیکھا کہ عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے۔ گویا میں دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں۔"

ارواحِ ثلٰثہ ص ۲۲۶

ماچس کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رگڑتے ہی عرش تک کے حجابات آنِ واحد میں اٹھ گئے اور اپنے رنگین عاشق مزاج شاگرد کو طرفۃ العین میں وہاں پہنچا دیا

جہاں عالم گیتی کا کوئی انسان اب تک نہیں پہنچ سکا۔ واہ رے دیوبندی تیری حماقت

سہارن پور کی رنڈیوں کا نرالا پیر

"ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی دیوبندی جلال آبادی کی سہانپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں۔ ایک بار یہ سہانپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی۔ رنڈیوں نے جواب دیا۔ میاں صاحب ہم نے اسے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو۔ اس نے کہا کہ میں بہت گنہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں۔ میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ میں زیارت کے قابل نہیں میاں صاحب نے کہا۔ نہیں جی! تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اسے لے کر آئیں۔ جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا۔ بی تم کیوں نہیں آئی تھی۔ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے۔ تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون کرانے والا کون۔ وہ تو وہی ہے۔ رنڈی یہ سن کر آگ بگولہ ہو گئی اور خفا ہو کر کہا لا حَولَ وَلا قُوَّۃَ۔ اگرچہ میں روسیاہ اور گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲

تبصرہ:-

پانی پانی کر گئی حضرت کو کنجری کی یہ بات
چلپنی میں ناک ڈوب کر یا جا سراغِ زندگی
یہ بھڑے اب دین کے پیشوا
نہ شرم پیغمبر نہ خوفِ خدا

مرنے کے بعد بھی ضامن علی قبر میں دل لگی بازی کرتے تھے

ارواحِ ثلاثہ کا مرتب لکھتا ہے:

"ایک صاحب کشف حضرت حافظ ضامن علی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے۔ بھائی یہ کون بزرگ ہیں؟ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ! کسی مردہ پر پڑھیو۔ یہاں زندہ پر پڑھنے آئے ہو"

ارواحِ ثلاثہ ص ۱۲۸

ضمناً حافظ ضامن علی کا ذکر آ گیا۔ اس کے بعد پھر نانوتوی صاحب کے مشرکانہ واقعات ملاحظہ فرمائیں:

ایمان شکن واقعہ

سوانح قاسمی کا حاشیہ نگار لکھتا ہے کہ:

"ایک بار مولانا نانوتوی کا کسی ایسے گاؤں میں گزر ہوا جہاں شیعوں کی کثیر آبادی تھی۔ سُنیوں کو جب ان کی آمد کی خبر ہوئی تو موقعہ غنیمت جانا اور ان کے وعظ کا اعلان کر دیا! اعلان سنتے ہی شیعوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے جلسۂ وعظ کو ناکام بنانے کے لئے لکھنؤ سے چار مجتہد بلوائے اور پروگرام بیٹھے پایا

کہ مجلس وعظ میں چاروں کونوں پر یہ چاروں مجتہد بیٹھ جائیں،
اور چالیس اعتراض منتخب کر کے دس دس اعتراض چاروں پر بانٹ
دیئے گئے کہ اثنائے وعظ میں ہر ایک مجتہد الگ الگ اعتراض کرے
اور اس طرح جلسۂ وعظ کو درہم برہم کر دیا جائے۔ اب غیبی مدد
اور حضرت والا کی کرامت کا حال سنیئے کہ حضرت نے وعظ شروع
فرمایا جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی اور وہ
وعظ ایسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا
جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے گویا ترتیب
کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لئے گردن اٹھاتا
تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرماتے
یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہوا۔"

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۷

ایک اور شرکیہ کہانی

"مجتہدین اور مقامی شیعہ چودھریوں کی اس میں اپنی انتہائی
سبکی اور خفت محسوس ہوئی تو انہوں نے حرکت مذبوحی کے طور
پر اس شرمندگی کو مٹانے اور حضرت والا کے اثرات کا ازالہ
کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان کا فرضی جنازہ بنایا
اور حضرت سے آکر عرض کیا کہ حضرت نماز جنازہ آپ پڑھائیں
پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحب جنازہ
ایک دم اٹھ کھڑا ہو اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزا اور تمسخر
کیا جائے۔ حضرت والا نے مذمت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں

اور میں سُنی ہوں۔ اصولِ نماز الگ الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب ہو گی؟ شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے۔ آپ تو نماز پڑھا ہی دیں۔ حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا اور جنازہ پر پہنچ گئے مجمع کثیر تھا۔ حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرے پر غصے کے آثار دیکھے گئے۔ آنکھیں سرخ تھیں اور انقباض چہرے سے ظاہر تھا۔ نماز کے لئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔ دو تکبیر کہنے پر جب طے شدہ پروگرام کے مطابق جنازے میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے ہوہنہ کے ساتھ سسکار دی مگر وہ نہ اٹھا۔ حضرت نے تکبیرات اربعہ پوری کر کے اُسی غصے کے لہجے میں فرمایا۔ اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا۔ دیکھا گیا تو مردہ تھا۔ شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا۔"

حاشیہ سوانح قاسمی جلد ۲ ص ۱۷

یہ واقعات آپ نے پڑھے۔ پہلے واقعہ میں نانوتوی صاحب کی غیبی علم اور ادراک کی عظیم قوت ثابت کی گئی۔ دل کے بھیدوں کو جاننے والا ثابت کیا گیا۔ دوسرے واقعہ میں قیامت کی صبح تک کا علم ثابت کیا گیا کیا یہ قرآنِ کریم کے ساتھ تصادم نہیں؟

اہل تشیع کا حضور کی زیارت کا سوال کرنا اور نانوتوی کا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا دعویٰ

مولانا محمد طیب صاحب اور ان کے والد مولانا دیوان لیسین دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

قاضی پور میں جب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تشریف لے گئے اور عشرہ محرم تھا اور روافض نے حضرت مولانا کو اپنی مجلس میں آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے فرمایا، منظور رہے مگر اس شرط پر کہ جب آپ لوگ مجلس میں کہہ سن سکیں گے تو ہم بھی کچھ کہیں گے۔ وہ اس پر آمادہ نہیں ہوئے اور وہیں کچھ مذہبی گفتگو کرتے ہوئے اُن سب روافض نے کہا کہ اگر آپ بیداری میں ہم کو حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیں اور حضور اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرما دیں کہ آپ ہی کہہ رہے ہیں تو ہم اہل سنت والجماعت میں داخل ہو جاویں گے۔ فرمایا کہ تم سب اس پر پختہ رہو تو میں بیداری میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں مگر یہ روافض کچھ کچے ہو گئے۔"

ارواحِ ثلٰثہ ص ۲۴۲/۲۴۴ نیا ایڈیشن

قارئین حضرات خود ہی بتائیں کہ نانوتوی میں یہ طاقت تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روافض کے سامنے کھڑا کرتے ہیں؟ اگر نانوتوی میں دیوبندی یہ طاقت مانتے ہیں تو یہ صریح شرک ہے۔ اگر نانوتوی میں یہ طاقت نہ تھی تو نانوتوی کا یہ صریح جھوٹا دعویٰ تھا۔

نانوتوی کی جاہلانہ دعا

"انوارِ قاسمی کا مصنف لکھتا ہے کہ نانوتوی صاحب یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

"امیدیں ہیں لاکھوں مگر بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ حرم میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھا جائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

قصائدِ قاسمی ماخوذ انوارِ قاسمی ص ۹۰

اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ ہم
آدم کے بیٹے کو عزت بخشی۔ پھر سورۃ التین میں چار قسمیں اٹھائیں کہ تحقیق ا
کو ہم نے بہت ہی اچھی ترتیب سے بنایا اور پھر فرمایا کہ ہم نے تم کو بہترین
بنایا ہے مگر یہ حضرت صاحب بہت سعادت اسی میں سمجھتے ہیں کہ مجھے مدینے
کتا بنایا جائے اور پھر کہتے ہیں کہ لاکھوں امیدوں میں سے سب سے بڑی
یہی ہے کہ مجھے مدینے کے کتوں میں کر دیا جائے۔ افسوس حضرت صاحب
کہتے کہ یا اللہ مجھے نبی کے غلاموں سے کر دے۔ نبی کے صحابہؓ سے کر
وغیرہ وغیرہ۔ مگر ایسے الفاظ زبان سے تو اسی وقت ہی نکل سکتے ہیں ج
انسان تقلید کے پٹے سے رہائی پائے کیونکہ کسی نے حضرت صاحب کے
دماغ میں یہ بات بٹھا دی ہو گی کہ مدینے کے کتے بہت اچھے ہوتے ہیں
کتا بہر حال کتا ہوتا ہے چاہے وہ مدینے ہی کا کیوں نہ ہو اور نجس العین
ہوتا ہے۔ اگر مدینے کے کتے پاکیزہ ہوتے تو پیغمبر علیہ السلام کتوں کو گھر
میں رکھنے سے کیوں منع فرماتے اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جہاں کتا
ہوتا ہے وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام باہر
ہی دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا جبرائیل اندر کیوں نہیں آتے
جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا حضرت اندر کیسے آؤں؟ آپ کے گھر میں کتا (ہے)

۔ آپ نے جب غور کر کے دیکھا تو ایک کتے کا بچہ اندر پوشیدہ تھا۔ اس کو بھگایا۔ تب جبرائیل علیہ السلام اندر تشریف لائے۔ کیا حضرت اسی مدینے کے کتے بننے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں جس کی وجہ سے جبرائیل اندر داخل نہیں ہوتے اور نبی علیہ السلام نے مدینے کے کتے کو اپنے گھر سے بھگا دیا۔ معلوم ہوا کتا خواہ نبی کے گھر میں ہی کیوں نہ داخل ہو جائے، کتا بہر حال کتا ہی رہتا ہے۔ اس کی جنس میں تبدیلی نہیں آسکتی اور نہ وہ پاک ہی ہوتا ہے۔ کتوں کی مدینہ طیبہ میں کئی قسمیں ہیں۔ افسوس حضرت صاحب یہ بھی انکشاف فرما دیتے کہ مجھے فلاں قسم کے کتوں میں کیا جائے تو ایک بہت بڑا معمہ حل ہو سکتا تھا۔ اپنے امتیوں کو حضور علیہ السلام نے کتا رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی کتا بننے کی دعا کرتا ہے۔ انصاف دیانت سے فیصلہ دیجئے کہ قرآن کریم میں جن افعال و عقائد کو شرک قرار دیا گیا ہے، دیوبندیوں نے انہی افعال کے مرتکب لوگوں کو موحد سمجھ کر اپنا پیشوا مانا ہے اور انہی افعال کے متحمل دیگر لوگوں کو دیوبندیوں نے مشرک قرار دیا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں دوسروں کو جھٹلانے کی ایک سے ایک بڑھ کر مثال مل سکتی ہے لیکن اپنے آپ کو جھٹلانے کی اس سے زیادہ شرمناک مثال دیوبندیت کے علاوہ کہیں نہ مل سکے گی۔ اس کے بعد اب میں اپنی زبان پر مہرِ سکوت ہی رکھوں گا اور صرف آئندہ صفحات پر دیوبندیوں کے وڈیروں کی تحریرات ہی پیش کرتا چلا جاؤں گا

گذشتہ واقعات جو عقیدہ توحید سے متصادم ہیں، یہ صرف مولوی محمد قاسم نانوتوی ہی تک محدود نہیں ہیں کہ اسے حسنِ اتفاق پر محمول کر کے نظر انداز کیا جائے بلکہ پوری دیوبندیت کے چیدہ چیدہ مشاہیر کا یہی حال ہے جیسا کہ

آئندہ اوراق کو پڑھ کر آپ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔
اسی حیرت کے سمندر میں احقر نے ڈبکی کھائی اور دیوبندیت کو دفع کیا۔
اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے مسلکِ
اہلِ حدیث کو اپنا لیا۔

اوروں سے جنگ کرتے ہو گھر کی خبر نہیں
دیوبندی جیسا عقلمند بھی کوئی بشر نہیں



باب نمبر ۵

رشید احمد گنگوہی کے مشرکانہ واقعات

"حافظ محمد صالح کے شاگرد منشی رحمت علی شاگردی کے زمانے میں اکثر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے محامد و مناقب اُن کے کان میں پڑھتے مگر یہ متاثر نہ ہوتے اور یوں خیال کیے ہوئے تھے کہ جب تک حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ خواب میں تشریف لا کر خود ارشاد نہ فرمائیں گے کہ فلاں شخص سے بیعت ہو اس وقت تک بہ طور خود کسی سے بیعت نہ کروں گا۔ اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی کہ یہ اپنے خیالات پہ جمے رہے۔ آخر ایک شب حضرت پیران پیر قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو حق تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ اس کے ارادہ سے واقف ہو جاتے ہیں اور جو ذکر و شغل اس کے مناسب ہوتا ہے وہی بتلاتے ہیں۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۳۱۲

بارہ سال گنگوہی صبح کی نماز حرم شریف میں پڑھتے رہے

مولوی محمود الحسن نگینوی فرماتے ہیں :

"کہ میری خوش دامن صاحبہ (ساس) جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال تک مقیم رہیں۔ نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں۔ سینکڑوں احادیث بھی ان کو حفظ تھیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا حضرت گنگوہی کے بہت شاگرد مرید ہیں مگر کسی نے حضرت کو نہیں پہچانا۔ جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا، روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا اور لوگوں سے سنا بھی کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں۔ گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۲

گنگوہی کا غیبی ادراک

"منشی نثار علی اور گوہر خاں ملازم پلٹن نمبر ۶۵ رخصت لے کر بارادہ بیعت لکھنؤ سے گنگوہ روانہ ہونے کو کو تیار ہوئے۔ دروازہ پر سواری تک آکھڑی ہوئی۔ اتفاق سے کسی حاکم کی آمد کا تار آیا اور عین وقت پر ان کو افسر کے حکم سے رکنا پڑا۔ دس دن کے بعد فارغ ہو کر گنگوہ پہنچے تو حضرت نے صاف ارشاد فرمایا کہ تم دونوں صاحب فلاں روز روانہ ہونا چاہتے تھے مگر روک لئے گئے اور جب کھانا دسترخوان پر آیا تو کہنے لگے کہ آپ کے ساتھ دو ٹٹو بھی تو ہیں۔ آخر وہ بھی تیرے مہمان ہیں۔ اول ان کو گھاس دانہ پہنچنا چاہیئے۔ حالانکہ دونوں ٹٹوؤں پر سوار ہونے کی اطلاع آپ کو کسی آدمی نے نہیں دی تھی۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۴۲۲

گنگوہی کو موت کا علم بھی تھا

"حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سخت علیل ہوئے۔ واقفین احباب بھی یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے اور حضرت سے عرض کیا۔ دعا فرمائیں۔ حضرت خاموش رہے اور بات کو ٹال دیا۔ جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تسلی دی اور فرمایا۔ میاں وہ ابھی نہیں مریں گے اور اگر مریں گے تو میرے بعد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی اور حضرت کے وصال کے بعد اسی سال یہ ماہ شوال حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں بیمار ہوئے۔ مرض ہی میں عرفات کا سفر کیا۔ یہاں تک کہ شروع محرم میں واصل بحق ہو کر جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۰۹

گنگوہی کو اپنی موت کا چھ دن قبل علم تھا

"حضرت امام ربانی کو چھ دن پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا یوم شنبہ دریافت فرمایا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے۔ اس کے بعد درمیان میں بھی کئی بار جمعہ کو دریافت فرمایا۔ حتیٰ کہ جمعہ کے دن عین روز وصال ہوا صبح کے وقت دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے؟ اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہے تو فرمایا اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۱

عجیب وغریب واقعہ

"میر واجد علی قنوجی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ گنگوہ گیا۔ خانقاہ میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کنوئیں میں سے پانی کھینچا اور اس میں پانی بھر کر پیا تو پانی کڑوا تھا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا۔ اور یہ قصہ بھی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کنوئیں کا پانی تو میٹھا ہے کڑوا نہیں ہے۔ میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا جس میں پانی بھرا تھا۔ حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو۔ یہ فرما کر ظہر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیبہ جس قدر جس سے پڑھا جائے پڑھو اور خود بھی حضرت نے پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ اس کے بعد بدھنا اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں جتنے نمازی تھے سب نے چکھا۔ کسی قسم کی تلخی اور کڑواہٹ نہ تھی تب حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب دور ہو گیا۔"

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۲ ارواح ثلثہ ۲۴۹ حکایت ۲۸۳)

گنگوہی خدا کی مقرر کردہ قضا وتقدیر کے رازدان تھے

عجیب وغریب واقعہ

"میر واجد علی قنوجی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ گنگوہ گیا۔ خانقاہ میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کنوئیں میں سے پانی کھینچا اور اس میں پانی بھر کر پیا تو پانی کڑوا تھا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا۔ اور یہ قصہ بھی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کنوئیں کا پانی تو میٹھا ہے کڑوا نہیں ہے۔ میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا جس میں پانی بھرا تھا۔ حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو۔ یہ فرما کر ظہر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیبہ جس قدر جس سے پڑھا جائے پڑھو اور خود بھی حضرت نے پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ اس کے بعد بدھنا اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں جتنے نمازی تھے سب نے چکھا۔ کسی قسم کی تلخی اور کڑواہٹ نہ تھی تب حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب دور ہو گیا۔"

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۲ اور ارواح ثلاثہ ۲۹۴ حکایت ۲۸۳)

گنگوہی خدا کی مقرر کردہ قضاء وتقدیر کے راز دان تھے

"ایک بار نواب چھتاری سخت بیمار ہوئے۔ یہاں تک کہ سب لوگ اُن کی زلیست سے ناامید ہو گئے۔ ہر طرف سے مایوسی ہو جانے کے بعد ایک شخص کو گنگوہی صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا کہ وہ نواب صاحب کے لئے دعا کریں۔ قاصد نے وہاں پہنچ کر اُن سے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے حاضرینِ جلسہ سے فرمایا۔ بھائی دعا کر دو۔ چونکہ حضرت نے خود دعا کا وعدہ نہیں فرمایا اس لئے فکر ہوئی اور عرض کیا گیا کہ حضرت آپ دعا فرمائیں۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا امر مقدر کر دیا گیا ہے اور اُن کی زندگی کے چند روز باقی ہیں۔ حضرت کے اِس ارشاد پر اب کسی عرض و معروض کی گنجائش نہ رہی اور نواب صاحب کی حیات سے سب کو نااُمیدی ہو گئی۔ تاہم قاصد نے عرض کیا کہ حضرت یوں دعا فرمائیے کہ نواب صاحب کو ہوش آجائے۔ اور وصیّت اور انتظام ریاست کے متعلق جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ سن لیں۔ آپ نے فرمایا خیر اس کا مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ انشاءاللہ افاقہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نواب کو دفعتہً ہوش آگیا اور ایسا افاقہ ہوا کہ عافیّت وصحّت کی خوشخبری دُور دُور تک پہنچ گئی۔ کسی کو خیال بھی نہ رہا کہ کیا ہونے والا ہے؟ اچانک حالت پھر بگڑ گئی اور مخیر و دریا دل نیک نفس سخی رئیس نے انتقال بہ عالمِ آخرت کیا

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۰۹

دیکھو جو چاہو گنگوہی سے چاہو

"مخلص الرحمٰن گنگوہی کے ایک مرید تھے۔ ایک روز خانقاہ

میں لیٹے ہوئے اپنے شغل میں مشغول تھے کہ کچھ سکر پیدا ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو دیکھا کہ سامنے تشریف لئے جا رہے ہیں چلتے چلتے اُن کو مخاطب فرما کر اِس طرح امر فرمایا کہ دیکھو جو چاہو حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے چاہنا

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۰۲

گنگوہی کی غیبی قوت کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ

"حاجی دوست محمد کے صاحبزادے عبدالوہاب خاں ایک شخص کے معتقد تھے اور بیعت کا قصد کیا کہ وہ شخص جس سے بیعت ہونا چاہتے تھے محض صورت کے درویش تھے اور واقع میں پکّے دنیا دار، اس لئے دوست محمد خاں کو صاحبزادے کی یہ بھی پسند نہ آئی اور کئی بار منع کیا کہ اِس شخص سے مرید نہ ہو۔ ہزار روکنے کے باوجود عبدالوہاب خاں اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور آخر ایک دن مرید ہونے کی نیت سے چل کھڑا ہوا۔ اس کے بعد کا واقعہ سننے کے قابل ہے۔ آخر حاجی صاحب نے جب بیٹے کا اصرار دیکھا تو باقتضائے محبت دست بدعا ہوئے اور مراقب ہو کر حضرت گنگوہی کی جانب متوجہ ہو کر خلوت میں جا بیٹھے۔ عبدالوہاب اپنے پیر کے پاس آئے اور مؤدّب دو زانو بیٹھ گئے۔ بے اختیار پیر کی زبان سے نکلا اول باپ سے اجازت لے آؤ۔ اس کے بغیر بیعت مفید نہیں۔ غرض ہاتھ بیعت کے لئے تھام کر چھوڑ دیئے اور انکار فرمایا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۶

طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت غایت شفقت کے ساتھ عبدالوہاب کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں پکڑاتے اور یوں فرماتے ہیں۔ لو اب یہ اس کا مرید نہ ہوگا۔ یہ وہی وقت تھا کہ انہوں نے عبدالوہاب کا ہاتھ چھوڑا اور یہ کہہ کر بعیت سے انکار کیا کہ باپ سے اجازت لے آؤ۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۶

گنگوہی کے مریدوں پر انکشافِ مغیبات

"ایک شخص آپ سے بذریعہ خط بعیت ہوئے اور تحریری تعلیم پر ذکر میں مشغول ہوئے۔ چند روز میں اُن پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ اولیاء سلاسل کی ارواحِ طیبات سے لقاء حاصل ہوا اور پھر یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کی پاک روحوں سے ملاقات ہوئی رفتہ رفتہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سر سے لے کر قدم تک رگ رگ بال بال میں ارواحِ طیبات سے وابستگی ہے۔ اسی حالت میں ایک مدہوشی اور سکر کا عالم پیدا ہوتا ہے جس میں مغیبات کا انکشاف اور مجلس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کا اعزاز حاصل ہوتا ہے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۴۳

مریدوں کو ہر طرف گنگوہی ہی نظر آتا تھا

"حاجی دوست محمد خاں دہلوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ایک مخلص خادم تھے۔ ایک بار اُن کی اہلیہ کی طبیعت سخت خراب ہوگئی۔ اب اس کے بعد کا واقعہ تذکرۃ الرشید کے مصنف کی زبانی سنئے۔"

"ہاتھ پاؤں کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ غشی طاری ہوگئی اور تمام جسم

ٹھنڈا ہو گیا۔ حاجی صاحب کو اہلیہ کے ساتھ محبت بہت زیادہ تھی بیقرار ہو گئے۔ پاس آکر دیکھا تو حالت غیر تھی۔ صرف سینہ میں سانس چلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ رونے لگے اور سرہانے بیٹھ کر لیٰسین شریف پڑھنی شروع کر دی چند لمحے گزرے تھے کہ دفعتہً مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایک لمبا سانس لے کر پھر آنکھ بند کر لی۔ سب نے سمجھ لیا کہ اب وقت اخیر ہے حاجی دوست محمد خاں اس حیرت ناک نگاہ کو دیکھ نہ سکے بے اختیاراً وہاں سے اٹھے اور مراقب ہو کر حضرت امام ربانی کی طرف متوجہ ہوئے کہ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہے تو یہ تکلیف جو متواتر تین دن سے ہو رہی ہے دفع ہو جائے۔ مراقبہ کرتا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنی شروع کر دیں۔ نبضیں ٹھکانے آلگیں اور افاقہ ہو گیا۔ دو تین دن میں قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہو گئیں۔"

تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۲۱

مراقبہ میں حاجی صاحب کو گنگوہی نظر آیا

"موصوف حاجی مرحوم فرماتے ہیں کہ جس وقت مراقبہ ہوا، حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا ہوں، حضرت امام ربانی کو بہیئت اصلیہ موجود دیکھتا ہوں۔ تین شبانہ روز یہی حالت رہی۔"

تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۲۱

"مولوی صادق الیقین سنّی سے دیوبندی ہو گیا اور گنگوہ آ گیا گنگوہ آنے کو تو آ گئے مگر والد صاحب کی ناراضی کا اثر خیال میں آتا تھا۔ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ یکایک حضرت نے ان سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے والد کی طرف خیال کیا تھا۔ اُن کے قلب میں تمہاری محبت جوش مار رہی ہے اور یہ خفگی صرف ظاہری ہے۔ اُمید ہے کل پرسوں تک تمہارے بلانے کو اُن کا خط بھی آجائے گا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن شاہ صاحب کا خط آیا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۲۰

کل آئندہ کا علم بھی گنگوہی کو تھا

"صوفی کرم حسین صاحب ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور چند روز کے بعد صحت ہو گئی۔ اُن کے مکان سے طلبی کا خط پہنچا تو انہوں نے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت سے رخصت ہونے لگے تو خلافِ عادت فرمانے لگے۔ کرم حسین کل مت جاؤ تین روز کے بعد جانا۔ ارادہ کا فسخ طبع کو گراں تو گزرا مگر ٹھہر گئے۔ اگلے دن دفعتہً تپ لرزہ آیا وہ بھی اس شدت کے ساتھ کہ عشاء کے وقت تک اٹھ ہی نہ سکے۔ اس وقت خیال ہوا کہ آج راستہ میں ہوتا تو کیا مزہ آتا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۲۶

شیخ ہر چہ گوید دیدہ گوید

"مولوی لسین مدرس دیوبند ایک بار گنگوہ حاضر ہوئے۔

انہیں دیوبند واپس جانا تھا۔ واپسی کی اجازت طلب کرنے کے لئے جب وہ دوپہر کے وقت مولوی رشید احمد کے پاس گئے۔ اُن سے اجازت طلب کی، لیکن بعد اصرار کے باوجود انہوں نے واپس ہونے کی اجازت نہیں دی۔ جب کوئی عذر کارگر نہ ہوا تو اخیر میں انہوں نے کہا۔ کل کو بندہ کا مدرسہ میں حاضر ہو جانا ضروری ہے حضرت نے فرمایا کہ مدرسے کے حرج کا تو مجھے بھی احساس ہے لیکن تمہاری تکلیف کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ناحق راستے میں مارے مارے پھرو گے سخت تکلیف اٹھاؤ گے۔ باوجود حضرت کے بار بار اس فرمانے کے ہمیں مطلق خیال نہ ہوا کہ (شیخ ہرچہ گوید دیدہ گوید یعنی شیخ جو کچھ کہتا ہے، دیکھ کر کہتا ہے۔ اپنی ہی کہے گئے۔ ہوا وہی جو شیخ نے کہا تھا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۲۲

جہاں گنگوہی کے ہاتھ لگیں وہاں عذاب کیوں

"ایک خادم تھا مولوی اسماعیل صاحب کا۔ اس کا انتقال ہو گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ سارے بدن میں آگ لگی ہوئی ہے مگر ہتھیلیاں سالم اور محفوظ ہیں۔ اس نے پوچھا، کیوں بھئی کیا حال ہے۔ اس نے کہا کیا کہوں۔ اعمال کی سزا مل رہی ہے سارے بدن کو تکلیف ہے مگر یہ ہاتھ حضرت مولانا کے پاؤں کو لگے تھے۔ اِس لئے حکم ہوا کہ ان کو آگ لگائے ہمیں شرم آتی ہے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۷۲

ایک اور واقعہ: "گنگوہ کا ایک شخص شیعہ مذہب مر گیا اور میں

نے اسے خواب میں دیکھا۔ فوراً اس کے ہاتھ کے دونوں انگوٹھے میں نے (منشی امیر احمد) پکڑ لئے۔ وہ گھبرا گیا اور پریشان ہو کر بولا۔ جلدی پوچھو جو پوچھنا ہے مجھے تکلیف ہے۔ میں نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ مرنے کے بعد تم پر کیا گزری اور اب کس حال میں ہو۔ اس نے جواب دیا کہ عذابِ الیم میں گرفتار ہوں۔ حالتِ بیماری میں مولانا رشید احمد صاحب دیکھنے تشریف لائے تھے۔ جسم کے جتنے حصہ پر مولوی صاحب کا ہاتھ لگا بس اتنا جسم تو عذاب سے بچا ہے باقی جسم پر بڑا عذاب ہے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۴

گنگوہی کا قلم عرش کے پرے چلتا ہے

"جس زمانے میں مسئلہ امکانِ کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا۔ سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ گنگوہی صاحب کا ذکر کیا اور کہا کہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے۔ لوگو! کیا کہتے ہو! میں مولوی رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۲

روئے زمین کے اولیاء بھی گنگوہی کا مقابلہ نہیں کر سکتے

"مولوی عبدالسبحان انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہیں کہ

مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا اُن کے بھائی یہ خبر پاکر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مرادآباد پہنچے۔ حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا دیوبند۔ مولانا نے تعجّب کے ساتھ فرمایا۔ گنگوہ مولانا کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے۔ اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا؟ انہوں نے عرض کیا حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے۔ مولانا نے ارشاد فرمایا۔ تم گنگوہ ہی جاؤ۔ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے۔ میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵، ارواح ثلاثہ ص ۲۸۰-۲۸۱

ذہنی وسوسوں پر گنگوہی کا کنٹرول

"مولوی نذر محمد خاں صاحب فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ جس وقت آپ سے بیعت ہوئیں تو چونکہ مجھے طبعی طور پر غیرت زیادہ تھی۔ اس لئے عورت کو باہر آنا یا کسی اجنبی مرد کو آواز سنانا بھی گوارا نہ تھا۔ اس وقت بھی یہی وسوسہ ذہن میں آیا کہ حضرت میری اہلیہ کی آواز سنیں گے۔ مگر یہ حضرت کی کرامت تھی کہ کشف سے میرے دل کا وسوسہ دریافت کر لیا اور یوں فرمایا کہ اچھا! مکان کے اندر بٹھلا کر کواڑ بند کر دو۔"

تذکرۃ الرشید ص ۵۹ ج ۲

گنگوہی دل کی دنیا کے بادشاہ

"ایک مرتبہ استاذی مولانا عبدالمومن صاحب حاضر خدمت تھے

دل میں وسوسہ گزرا کہ بزرگوں کے حالات میں زہد و فقر و تنگدستی غالب دیکھی گئی ہے اور حضرت کے جسم مبارک پر جو لباس ہے وہ مباح اور مشروع ہے مگر بیش قیمت ہے۔ حضرت امام ربانی (مولانا گنگوہی) اس وقت کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ دفعۃً ادھر متوجہ ہو کر فرمایا کہ عرصہ ہوا مجھے کپڑا بنانے کا اتفاق نہیں ہوتا۔ لوگ خود بنا بنا کر بھیج دیتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ تو ہی پہننا۔ اُن کی خاطر سے پہنتا ہوں۔ چنانچہ جتنے کپڑے ہیں سب دوسروں کے ہیں۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷۳

دلوں کے راز کا راز داں گنگوہی

ولی محمد طالب علم بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک بار مکان سے خرچ آنے میں دیر ہوئی اور ان کو ایک یا دو دفعہ فاقہ کی نوبت بھی آ پہنچی مگر نہ انہوں نے کسی سے ذکر کیا نہ کسی صورت یہ حال کسی پر ظاہر ہوا۔ اسی حالت میں صبح کے وقت بغل میں کتاب دبائے پڑھنے کے واسطے حضرت کی خدمت میں آ رہے تھے کہ راستہ میں حلوائی کی دوکان پر گرم گرم حلوہ پک رہا تھا۔ یہ کچھ دیر وہاں کھڑے رہے کہ کچھ پاس ہو تو کھائیں مگر پیسہ بھی نہ تھا۔ اس لئے صبر کر کے چل دیئے اور خانقاہ میں پہنچے۔ حضرت گویا اُن کے منتظر ہی تھے۔ سلام کا جواب دیتے ہی فرمایا۔ مولوی ولی محمد آج تو حلوہ کھانے کو ہمارا جی چاہتا ہے۔ لو یہ چار آنے لے جاؤ اور جس دوکان سے تم کو پسند ہے وہیں سے لا دو۔ غرض ولی محمد اس دوکان سے حلوہ خرید کر لائے اور حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت

نے ارشاد فرمایا۔ میاں ولی محمد میری خوشی ہے کہ اِس حلوہ کو تم ہی کھالو۔"
تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۲۷

"مولوی ولی محمد اِس قصّہ کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کے سامنے جاتے مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا تھا کیونکہ قلب کے وساوس اختیار میں نہیں۔ حضرت ان پر مطلع ہو جاتے ہیں۔"
تذکرۃ الرشید ص ۲۲۷ جلد ۲

گنگوہی کی رنگین طبیعت

"مولوی محمد یحییٰ صاحب ایک بار اپنی اہلیہ کو لے کر کاندھلہ روانہ ہوئے۔ وضع حمل کے دن قریب تھے بہل کے ہچکولوں سے راستہ میں اسقاط ہو گیا۔ جس وقت آپ کو اس قصہ کی اطلاع کسی خادم نے دی تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور نہایت افسوسناک لہجہ میں روتے ہوئے یہ شعر پڑھا

اِس کشمکش کے دام سے کیا کام ہمیں
اے اُلفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۹۹

گنگوہی صاحب نے ایک نوجوان کو بڑے احسن انداز میں شرمگاہ کا نقشہ پیش کیا:

"ایک بار بھرے مجمع میں حضرت کی کسی تقریر پر ایک نوعمر دیہاتی بے تکلّف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے۔ "اللہ رے تعلیم"، سب حاضرین نے گردنیں نیچے جھکالیں۔ مگر آپ مطلق چیں بجبیں نہ ہوئے بلکہ بے ساختہ فرمایا جیسے گیہوں کا

دا ہند۔" تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۰۰

گنگوہی کا جہاز کو تارنا

"آخر رات تو کس کا سونا اور کیسا آرام۔ جہاز کے تمام مسافروں سے ہر انسان اور گڑیاں جیسے بیٹھے تھے۔ اسی طرح تمام رات گزار دی آخر شب میں مجھ پر کچھ غنودگی کی ایسی حالت طاری ہوئی جس کو خواب و بیداری کے بین بین کہنا چاہیئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہٗ دریا میں کھڑے ہیں اور ایک کشتی کو جو گہرے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے نکالنے کے لئے سہارا دے رہے ہیں اور زور لگا رہے ہیں۔ فوراً مجھے ہوش آگیا۔ ایک ڈھارس بندھ گئی کہ اب انشاء اللہ نجات ملی۔ خدا کی شان کہ چند لحظہ کے بعد ہی طوفان رفع ہوگیا اور جہاز اپنی اصلی حرکت پر آگیا۔ اس وقت کپتان نے کہا کہ جہاز میرے اختیار سے باہر ہو کر راستہ سے ڈھائی سو میل علیحدہ ہوگیا تھا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۷

رشید احمد گنگوہی صاحب کے اور بھی مشرکانہ واقعات دیگر متعدد کتابوں میں پائے جاتے ہیں لیکن کتاب کی ضخامت و طوالت بڑھنے کے خوف سے انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قارئین حضرات کسی مضمون پر پھیلا ہوا گنگوہی صاحب کی زبان سے کل آئندہ کی خبروں کا وسیع سلسلہ اور دل کے وسوسوں پر مطلع ہونا اور اموات کا علم شیخ ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

بارہ سال صبح کی نماز حرم شریف میں پڑھنا۔ مریدوں کو ہر طرف رشید احمد

نظر آتا۔ جو علم رشید احمد کو ملا اور کسی کو نہیں ملا۔ روئے زمین کے اولیاء بھی رشید احمد گنگوہی کی دعا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مٹی دیکھ کر معلوم کرنا کہ معذب قبر کی مٹی ہے۔ رشید احمد کی غیب دانی کے مظاہرے پر آج تک دیوبندی علماء نے اعتراضاً ذرہ برابر لب کشائی نہ کی کہ غیر اللہ کے متعلق اس قسم کا اعتقاد قرآن کے خلاف ہے لیکن بُرا ہو تنگ دلی اور بے انصافی کا کہ یہی کل کے علم و خبر کا سوال جب شیعہ اور بریلوی اپنے بزرگوں کے لئے اٹھاتے ہیں تو ہر دیوبندی فاضل سینہ تان کر زبان پر یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا الخ

پڑھ کر کفر اور شرک کا فتویٰ صادر کرتا ہے مگر افسوس کہ اپنے گھر کے بزرگوں کا شرک بھی دیوبندیوں کو توحید نظر آتا ہے۔

اوروں کو مشرک کہتے ہو گھر کی خبر نہیں : تم جیسا بھی دنیا میں کوئی منصف نہیں

باب نمبر ۶

تھانوی صاحب کے مشرکانہ واقعات

اِس حصے میں دیوبندیوں کے رسُول لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ اشرف علی رسول اللہ کے متعلق دیوبندی لٹریچر سے ایسے ایسے حقائق و واقعات درج کیے گئے ہیں کہ ان واقعات میں عقیدہ توحید سے بغاوت اور مُنہ بولتا شرک رُوزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

تھانوی کے متعلق عقیدۂ غیب دانی

مولوی عبدالماجد دریا بادی (مصنف کتاب حکیم الامت) تھانوی صاحب کی مجلس کے دیوبندی مذہب کی طرف سے حُسنِ ظن رکھنے والے مقلدوں کو حیرت میں ڈال دینے والے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"بعض بزرگوں کے حالات حضرت نے اپنی زبان سے اس طرح ارشاد فرمائے کہ گویا درحدیثِ دیگراں بعینہٖ ہم لوگوں کے جذبات وخیالات کی ترجمانی ہو رہی ہے: دل نے کہا۔ دیکھو روشن ضمیر ہیں نہ۔ سارے ہمارے مخفیات اُن پر آئینہ ہوتے جا رہے ہیں۔ صاحبِ کشف وکرامات اُن سے بڑھ کر کون ہو گا۔ (کچھ عبارت کے بعد یہ لکھا ہے) خیر اس وقت تو گھبرا اثر اس

غیب دانی اور کشف صدر کا لے کر اٹھا مجلس برخاست ہوئی۔"

حکیم الامت ص ۴۴۲

تھانوی صاحب کے پردادا شہید ہونے کے بعد اپنے بیوی بچوں کے لئے مٹھائی لائے:

خواجہ عزیز الحسن صاحب (مصنف اشرف سوانح) مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

"تھانوی کے پردادا کسی برات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر برات پر حملہ کیا۔ اُن کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انہوں نے ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانے شروع کئے چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر سے بے سروسامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا۔ اگر تم کسی سے ظاہر کرو گی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں گے۔ اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔"

اشرف سوانح ج ۱ ص ۱۲

ایمان شکن واقعہ

"مولانا اسماعیل دہلوی کے قافلے میں ایک شخص شہید ہو گئے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ یہ مجاہد دیوبند کے رہنے والے تھے۔ ان کی

شہادت کی خبر آچکی ہے ۔ اُن کے والد حشمت علی خاں صاحب حسب معمول دیو بند میں اپنے گھر میں ایک رات تہجد کی نماز کے لئے اُٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی ۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں بہت حیرانگی بڑھی کہ یہ تو بالا کوٹ میں شہید ہو گئے تھے ۔ یہاں کیسے آگئے ۔ بیدار بخت نے کہا ۔ جلدی کوئی دری وغیرہ بچھا دیجیے ۔ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں ۔ حشمت علی خاں نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھا دی ۔ اتنے میں سید صاحب اور مولانا شہید اور چند دوسرے رفقاء بھی آگئے ۔ حشمت علی خاں صاحب نے محبتِ پدری کی وجہ سے سوال کیا ۔ تمہارے کہاں تلوار لگی تھی ؟ بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی حشمت خاں نے کہا ۔ یہ ڈھاٹا پھر سے باندھ لو ۔ مجھ سے یہ نظارہ دیکھا نہیں جاتا ۔ تھوڑی دیر بعد یہ تمام حضرات واپس تشریف لے گئے ۔ صبح حشمت علی خاں کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہیں تھا ۔ مگر چٹائی کو بغور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے ۔ یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے والد نے دیکھے تھے ۔ ان قطروں کو دیکھ کر حشمت علی خاں سمجھ گئے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے ۔ خواب نہیں ۔"

(ملفوظات مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ پاکستان)

مریدنی کو سکرات میں تھانوی نظر آیا

اشرف سوانح کا مصنف لکھتا ہے:

"کہ حضرت والا اپنی ایک مریدنی کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اس نے سکرات کے عالم میں میرا نام لے کر کہا کہ وہ اونٹنی لے کر آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر بیٹھ کر چل پھر۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔"

اشرف سوانح ج ۳ ص ۸۶

اشرف علی کے ہاتھ پر بیعت۔ داخلہ جنت ضرورت عمل نیست

"حضرت والا کے متوسلین حسن خاتمہ کے بکثرت واقعات ہیں جن سے مقبولیت و برکت کا سلسلہ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی (یعنی تھانوی صاحب کے پیر) کے سلسلے کی یہ برکت ہے کہ جو بلا واسطہ یا با واسطہ حضرت سے بیعت ہوا اس کا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیا دار ہی رہے مگر ان کا بھی خاتمہ بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔

اشرف سوانح ج ۲ ص ۸۶

شیخ کا بول بالا، جھوٹ کا منہ کالا

اشرف سوانح کا مصنف لکھتا ہے:

"احقر سے میرے متعدد پیر بھائیوں نے بعض اپنی مستورات کے حسن خاتمہ کے عجیب و غریب واقعات بیان کیے ہیں جو حضرت والا تھانوی سے مرید تھیں۔"

ج ۳ ص ۸۶

جھوٹ کا جال

"احقر کے ایک بہنوئی تھے جو عرصہ دراز ہوا حضرت والا سے کا نوم

جا کر مرید ہو آئے تھے جبکہ اتفاقاً حضرت والا وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد انتقال ایک صالحہ بی بی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ کہہ رہے ہیں کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں پہلے سے حضرت مولانا سے کانپور جا کر مرید ہو آیا۔ میں یہاں بڑے آرام سے ہوں۔"

اشرف سوانح جلد۳ ص ۸۶

حافظ مرتضٰے کی غیب دانی

"اشرف علی کے نانا نے غلام مرتضٰے مجذوب پانی پتی سے شکایت کی کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے بطریق معمّا فرمایا کہ عمر و علی کی کشاکش میں مر جاتے ہیں۔ اب کی بار علی کے سپرد کر دینا۔ زندہ رہے گا (چند سطور کے بعد پھر فرمایا) اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے۔ ایک کا نام اشرف علی خاں رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی خاں۔ نام لیتے وقت خاں اپنی طرف سے جوش میں آکر بڑھا دیا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا وہ پٹھان ہوں گے۔ فرمایا نہیں۔ اشرف علی اور اکبر علی رکھنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک میرا ہوگا۔ وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ یہ سب پیش گوئیاں حرف بہ حرف درست نکلیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ یہ جو میں کبھی کبھی اکھڑی اکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں، اِن ہی مجذوب کی روحانی توجّہ کا اثر ہے جن کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔"

اشرف سوانح ج ۱ ص ۱۷

اپنے غیب داں بزرگوں سے دیوبندی خوفزدہ رہتے تھے۔

"تھانوی صاحب نے فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب،

رائے پوری کا قلب بڑا ہی نورانی تھا۔ میں ان کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۷۳

محمد یعقوب دیوبندی کل آئندہ کو جانتے تھے

"ایک دن تھانوی صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ انہوں نے خبر دے دی تھی اس وباء کی جس میں اُن کے اعزہ نے وفات پائی تھی۔ پھر فرمایا کہ مولانا تھے بڑے صاحب کشف۔ رمضان ہی میں خبر دے دی تھی کہ ایک بلائے عظیم رمضان کے بعد آوے گی۔ ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رُکی ہوئی ہے۔ اگر یہ لوگ بچنا چاہیں تو ہر چیز میں صدقات دے دیں۔"

حسن العزیز ج ۱ ص ۲۹۳

تھانوی کے خلیفہ کی غیب دانی

"ایک بار حافظ عمر علی گڑھی (خلیفہ مجاز تھانوی) رات کو ریل سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو جب ریل تھانوی کی خانقاہ کے محاذ سے گزری تو انہوں نے بیداری میں دیکھا کہ مسجد خانقاہ کے گنبد سے آسمان تک نور کا ایک تار لگا ہوا ہے۔"

اشرف سوانح ج ۲ ص ۶

ندائے رسول کی بے ادبی اور شرک

۱۔ کن بر من خستہ جگر یا رحمۃ اللعالمین ہم از سر لطفے نظر یا رحمۃ اللعالمین
پا بستہ عصیاں حقیر در دستِ شیطانم پر خجلتم افگندہ سر یا رحمۃ اللعالمین

است کسے نہ در چشم بود نہ کر دل مرا
ہم آہ و نالہ بے اثر یا رحمتہ اللعالمین
ہمچوں من سگ را گر شد بر سر کویت گزر
ایں ہست نا مدارت اثر یا رحمتہ اللعالمین
من بد ترین دو جہاں من کہترین کمن نکال
سر گشتہ حیراں در بدر یا رحمتہ اللعالمین
بگذرشہ در عصیاں ہمہ نہ کردہ اندر عمر خیر
از حال خود بس بیخبر یا رحمتہ اللعالمین الخ

۲۔ بر سرم گناہ ہے یا رسول اللہ
پیش لطف برگ کاہ ہے یا رسول اللہ
بر من خستہ جگرم ہمہ کن نظر
از سر لطف نگاہ ہے یا رسول اللہ

سیرت یعقوب مملوک ص ۲۱۴

اشرف علی تھانوی نہ ہوتے تو تھانہ بھون غرق ہو جاتا

"احقر جامع نے ثقہ سے سنا ہے کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے دہلی میں کسی مجذوب کے پاس دعا کے واسطے حاضر ہوئے تو اس نے کہا کہ تھانہ بھون ابھی تک غرق نہیں ہوا؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں اور آپ بد دعا فرما رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تھانہ بھون اب تک ضرور غرق ہو جاتا مگر وہاں دو شخص ہیں۔ ایک مردہ ایک زندہ۔ ایک تو شاہ ولایت صاحب وہاں لیٹے ہوئے ہیں۔ ان بزرگ کا

تھانہ بھون مزار ہے اور ایک مولانا اشرف علی صاحب۔ اِن دونوں کی برکت سے تھما ہوا ہے ورنہ ضرور غرق ہو جاتا۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۳۶۳/۳۶۴ حکایت ۴۲۹

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شرکیہ واقعات

خبر رسانی کا نیا انداز

مولانا محمد حسین صاحب فرماتے ہیں :

"ایک دن ظہر کے بعد میں اور مولوی منورؒ علی اور ملا محب الدین کوئی ضروری بات عرض کرنے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت حسب معمول اوپر جا چکے تھے۔ کوئی آدمی تھا نہیں کہ اطلاع کرائی جاتی۔ آواز دینا ادب کے خلاف تھا۔ آپس میں مشورہ یہ کیا کہ حضرت کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں، بات کا جواب مل جائے گا یا خود حضرت تشریف لائیں گے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت اوپر سے تشریف نیچے لائے۔ ہم لوگوں نے معذرت کی۔ اس وقت حضرت لیٹے ہوئے تھے۔ ناحق تکلیف ہوئی ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں نے لیٹنے بھی نہ دیا کیونکر لیٹتا۔"

کراماتِ امدادیہ ص ۱۳

موت کا علم

"حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی مرحوم مکہ معظمہ

میں بیمار ہوئے اور اشتیاق تھا کہ مدینہ منورہ میں وفات ہو۔ حاجی صاحب سے استفسار کیا کہ میری وفات مدینہ منورہ ہو گی یا نہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ میں کیا جانوں؟ کیا حضرت! یہ عذر تو رہنے دیجئے۔ جواب مرحمت فرمائیے۔ حضرت حاجی صاحب نے مراقب ہو کر فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے"۔

(قصص الاکابر ۱۳۶ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی، ارواحِ ثلٰثہ ص ۱۸۶ نیا ایڈیشن)

چھپا رستم

مولوی محمد اسماعیل فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے برادرِ معظم حاجی عبدالحمید سے سُنا ہے کہ ایک دفعہ مولوی محی الدین صاحب فرماتے تھے کہ چونکہ حضرت حاجی صاحب عرصہ دراز بوجہ ضعفِ بدن حج کرنے سے معذور تھے۔ ہم نے ایک دوست سے کہا کہ آج خاص یومِ عرفات (یعنی یوم حج) ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت کہاں ہیں۔ انہوں نے مراقب ہو کر دیکھا کہ حضرت جبلِ عرفات کے نیچے تشریف رکھتے ہیں۔ ہم لوگوں نے بعد عرض کیا۔ کہ آپ یوم عرفات میں کہاں تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ کہیں بھی نہیں۔ مکان پر ہی تھا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ تو فلاں جگہ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یا اللہ لوگ کہیں بھی چھپا نہیں رہنے دیتے۔"

کراماتِ امدادیہ ص ۲۰

دیوبندیوں کا بحری جہاز کو تارنے والا پیر

"حاجی صاحب کے ایک مرید کسی بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے

کہ ایک تلاطم خیز طوفان سے جہاز ٹکرا گیا۔ قریب تھا کہ موجوں کے ہولناک تصادم سے اس کے تختے پاش پاش ہو جائیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اِس مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا۔ اِس وقت سے زیادہ اور کونسا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور کارساز مطلق ہے۔ اسی وقت آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔

ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں (حاجی امداد اللہ) اپنے خادم سے بولے۔ ذرا میری کمر دباؤ۔ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اُتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت کیا بات ہے۔ کمر کیونکر چھلی۔ فرمایا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا۔ ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا۔ اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ زاری نے مجھے بے چین کر دیا اور آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا۔ جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی۔ اِس سے چھل گئی ہو گی اور اِس وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔"

کراماتِ امدادیہ ص ۱۸

مجذوب کی بات

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے اولین مدرس تھے۔ اُن کے متعلق قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا پر جذب کی کیفیت تھی اور بعض دفعہ مجذوبانہ انداز سے جو کلمات زبان سے نکل جاتے تھے وہ من وعن واقعات کی صورت میں سامنے آجاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی درسگاہ کلاں موسوم بہ نودرہ کے وسطی حال میں حضرت مرحوم کی درسگاہ حدیث تھی۔ نودرہ کی وسطی در کے سامنے والی ایک جگہ کے بارے میں فرمایا کہ جس کی نماز جنازہ اس جگہ ہوتی ہے وہ جنتی ہوتا ہے یعنی بخش دیا جاتا ہے۔"

خواجہ غریب نواز ص ۵

ایک اور مجذوب کی بات

"خاں صاحب (امیر شاہ) نے فرمایا کہ رامپور میں ایک مجذوب رہتے تھے جو اپنے آپ کو رب العالمین کہتے تھے۔ یہ جس مکان میں رہتے تھے، اس میں ایک نہایت عمدہ چارپائی پڑی تھی جس پر ایک نہایت عمدہ بستر لگا رہتا تھا اور یہ مجذوب نہایت شان و شوکت کے ساتھ اس چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے اور چارپائی کے سرہانے ایک کھونٹی لگی ہوئی تھی جس پر ایک جائے نماز پڑی ہوئی تھی اور چارپائی کے سامنے بوریئے بچھے رہتے تھے اور مکان میں ہر چیز قرینے سے رکھی رہتی تھی۔ مکان بھی نہایت عمدہ تھا اور اس میں صفائی کا پورا اہتمام تھا حتیٰ کہ مکان میں تنکا تک نہ ہوتا۔ یہ مجذوب لباس بھی نہایت عمدہ اور امیرانہ پہنتے تھے۔

اور نہایت خوش بیان تھے۔ تقریر اس قدر تیز تھی کہ کیا مجال کہ زبان میں لکنت آئے یا کہیں ٹھٹکیں مگر وہ تقریر نہایت غیر مربوط اور بے معنی ہوتی تھی۔ اثنائے تقریر میں کبھی کبھی فوں فوں شوں شوں بھی کرنے لگتے تھے۔ اُن کے پاس ایک خادم رہتا تھا اور ہر وقت مکان بند رہتا تھا جب کوئی آتا تو دروازہ پر تین مرتبہ دستک دیتا۔ اگر دروازہ نہ کھلتا تو واپس ہو جاتا اور اگر ان مجذوب کو بلانا مقصود ہوتا تو خادم آ کر دروازہ کھولتا اور وہ شخص دروازہ میں داخل ہوتا۔ خادم دروازہ پر اس سے جوتے اُتروا دیتا اور جوتے ایک طرف کو موقع سے رکھ دیتا تھا۔ یہ شخص ان کی خدمت میں جا کر سلام کرتا اور عرض معروض کرتا۔ ان مجذوب کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر دائیں بائیں اور اوپر منہ کر کے شوں شوں فوں فوں کرتے تھے۔ ان کی نسبت یہ بھی مشہور تھا کہ ایک مرتبہ انہوں نے خودکشی کرنے کے لئے اپنے پیٹ میں چھرا گھونک لیا جس سے آنتیں باہر آ گئیں۔ اُن کی بہن رونے لگیں۔ بہن کو دیکھ کر انہوں نے آنتیں اندر کر لیں اور زخم اچھا ہو گیا۔ میں اپنے پھوپھا کے ہمراہ ان کے یہاں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرے پھوپھا اور میں اُن کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کو جوش ہوا اور انہوں نے حسب عادت فوں فوں شوں شوں شروع کی اور کہا فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا۔ اور فلاں مرتبہ فلاں اور فلاں مرتبہ فلاں۔ انہوں نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا تو سینہ سے ناف تک ایک لکیر معلوم ہوتی تھی جس سے

معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے کبھی اپنا پیٹ چاک کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آج پھر صبح سے رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا شوق ہو رہا ہے۔ دیکھو کوئی مانع نہ ہو اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنے بستر کے نیچے سے ایک تراہ کا چھرا نکالا اور گردن پر رکھ کر چلانا چاہتے تھے کہ میرے پھوپھا نے جلدی سے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ سے چھرا لے لیا۔ وہ بہت دیر تک فوں فوں شوں شوں کرتے رہے جب جوش فرد ہوا تو انہوں نے میرے پھوپھا سے کہا کہ اب مجھے چھرا دے دو۔ اب مجھ پر وہ کیفیت طاری نہیں ہے۔ میرے پھوپھا نے چھرا دے دیا۔ اس کے بعد انہوں نے میرے پھوپھا سے فرمایا۔ کہ اس کا تذکرہ نہ کرنا اور مجھ سے بھی کہا کہ میاں لڑکے دیکھو تم بھی کہیں نہ کہہ دینا۔ اس روز سے مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ میں پھر ان کے یہاں نہیں گیا۔ یہ قصہ نواب یوسف علی خاں کے زمانہ کا ہے اس کے بعد ہم تو رامپور سے چلے آئے۔ ہمارے چلے آنے کے بعد جب نواب کلب علی خاں مسندِ ریاست پر متمکن ہوئے تو ان کے زمانہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ ان مجذوب نے اپنے خادم سے کہا کہ رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا آج پھر شوق غالب ہوا ہے اور وہ اپنی گردن کاٹنا چاہتا ہے اگر سرتن سے جدا نہ ہو تو تو الگ کر دینا۔ یہ کہہ کر سجدہ میں گئے اور سجدہ میں جا کر انہوں نے اپنی گردن کاٹ لی۔ سر تو تن سے جدا ہو گیا۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ خود انہی نے جدا کر دیا تھا یا حسب وصیت خادم نے جدا کیا اور ان کا حلقوم زمین پر آ ٹکا اور وہ اسی طرح سجدہ کی ہیئت پر قائم رہے

پاکستان میں کتاب وسنت کی بالادستی چاہتی ہے اور مسلمان اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ قرآن وحدیث دین کا ستون ہیں اور یہی دو چیزیں دین کی اصل ہیں نیز ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے کہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن اگر جسم ہے تو حدیث اس کی روح ہے اور کتاب اللہ اگر متن ہے تو احادیث نبویہ اور حضورؐ کے اقوال افعال اس کی شرح ہیں۔

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کے امن وامان اور انفرادی زندگی کی خوشگواری کی جانب اسلام ہی نے صحیح رہنمائی کی ہے اگر مسلمان چودہ سو سال پیچھے لوٹ جائیں وہ چیزیں اپنالنے جو ہمارے اسلاف نے صحابہ کرام نے استعمال کی تھیں آج کی پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں۔

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کوئی حوالہ یا اور کوئی بات غلط ہو تو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں دور کی جاسکیں۔

ہماری گزارش ہے کہ اس کتاب کو تعمیری انداز میں پڑھیں اور دیوبند بھائیوں کو بھی پڑھائیں تاکہ وہ بھی حق کی جانب آجائیں اور سچا مسلک قبول کرلیں۔

وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰہ

محمد شفیق سلفی، سیکرٹری جنرل اہل حدیث یوتھ فورس ضلع بھکّر۔

اور سوائے خون کے نہ پاخانہ نکلا نہ پیشاب نہ اور کسی قسم کی رطوبت اور خادم پاس بیٹھا ہوا برابر مورچھل جھلتا رہا۔ لوگ آتے تھے اور دستک دے کر چلے جاتے تھے۔ بھنگن بھی دو وقت کمانے آتی تھی مگر دستک اور آواز دے کر چلی جاتی تھی۔ اسی طرح تین دن گزر گئے۔ آخر کار بھنگن نے ان کے پڑوس میں اس کا تذکرہ کیا کہ میاں تو کہیں جاتے نہ تھے۔ خدا جانے کہاں چلے گئے۔ میں تین دن سے دو وقت کمانے جاتی ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا۔ پڑوس کی عورتوں کو کچھ شبہ ہوا اور انہوں نے اپنے اپنے کوٹھوں سے کسی اور طریق سے اُن کے مکان میں جھانکا دیکھا تو وہ شہید ہیں اور خادم بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے مردوں سے ذکر کیا۔ مردوں نے کوتوالی میں اطلاع کی۔ پولیس آئی۔ دروازہ کھولا گیا دیکھا واقعہ صحیح تھا۔ اب ان کی تجہیز و تکفین ہوئی مگر نماز کے متعلق علماء میں اختلاف ہوا۔ مفتی سعد اللہ صاحب اور اُن کی جماعت کہتی تھی کہ انہوں نے خودکشی کی ہے اس لئے ان کی نماز نہ پڑھنی چاہیے اور مولوی ارشاد حسین صاحب اور رامپور کے قاضی جو بدایوں کے رہنے والے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ مغلوب اور غیر مکلّف تھے، اُن کی نماز پڑھنی چاہیئے۔ چنانچہ مولوی ارشاد حسین صاحب اور قاضی صاحب کے فتویٰ پر عمل کیا گیا اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ ان کی نماز پڑھائی گئی اور ان کو دفن کیا گیا۔ ان مجذوب کے انتقال کے بعد اب وہ خادم اپنے کو رب العالمین کہنے لگا مگر علماء کی رائے سے نواب صاحب نے اس کو رامپور سے نکال دیا اور اس کے بعد اس کا پتہ

نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۳۸۸ تا ۳۹۱ حکایت ۴۴۱

ایک اور مجذوب اور عبدالرحیم ولایتی کا شرک

"ایک روز ارشاد فرمایا۔ قصبہ لوہاری میں جس جگہ حضرت میانجیو نور محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے، وہاں ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے اور اتفاقاً اس جگہ حضرت عبدالرحیم صاحب ولایتی شہید رحمتہ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے۔ وہ مجذوب اکثر حاجی صاحب شہید کے خدّام سے یوں کہا کرتے تھے کہ "او تمہارا حاجی بڑا بزرگ ہے۔" حضرت حاجی صاحب شہید جب بغرض زیارت حرمین شریف عرب کو گئے تو ایک دن جہاز میں حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا۔ ذرا سی دیر گزری تھی کہ ایک ہاتھ سمندر میں سے لوٹا تھامے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ میں پکڑا کر غائب ہو گیا۔ ادھر لوہاری میں ان مجذوب صاحب نے حضرت کے خدام سے فرمایا۔ تمہارے حاجی کے ہاتھ میں سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا تھا۔ میں نے اُن کو لوٹا پکڑا دیا۔ حضرت کے خدّام نے سمجھا کہ بڑ ہانک رہے ہیں۔ جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور لوہاری میں تشریف لائے تو کسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آ گئی۔ انہوں نے حضرت سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ صحیح ہے۔ بے شک یہ واقعہ جہاز میں پیش آیا مگر اس وقت وہ ہاتھ میری شناخت میں نہیں آیا کہ کس کا ہے۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۳۹۰ حکایت ۴۴۲

ایک اور مجذوب

"ایک دن فرمایا کہ جس زمانہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے میں دہلی رہتا تھا۔ دار البقا میں ایک مجذوب حافظ عبد القادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے۔ ایک دن وہ راستہ میں جا رہے تھے اور میں چند قدم پیچھے پیچھے تھا۔ دفعتہً مڑ کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ہے، قدرت اللہ ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت رشید احمد ہے۔ اس کے بعد چند قدم الٹے پاؤں پیچھے ہٹے اور کہا۔ ہٹو، ہٹو ہٹو اور سینہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا۔ یہ میرے گولی لگی یہ میرے گولی لگی۔ یہ چند الفاظ فرما کر بھاگ گئے۔ اس قصہ سے مہینے سوا مہینے بعد ہی غدر کا اثر شروع ہوا اور یہ حضرت گولی سے شہید ہوئے۔ سینہ ہی میں گولی لگی۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۹۳ حکایت ۳۴۴

اب عقلمندوں کی سنیئے

"عموماً اس وقت دار العلوم میں جتنے جنازے متعلقین دار العلوم یا شہر کے حضرات کے آتے ہیں۔ اسی جگہ لا کر رکھے جاتے کا معمول ہے احقر نے سیمنٹ سے اس جگہ کو مشخص (ممتاز) کر دیا ہے۔"

خواجہ غریب نواز ص ۵

توحید کے اجارہ داروں کا خون کے آنسو رلا دینے والا واقعہ ملاحظہ فرمائیں

"اس مجذوبیت کے سلسلے سے مولانا محمد یعقوب کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں ناقص رہ گیا ہوں۔ حضرت پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ تو مکہ میں ہیں۔ وہاں جانا مشکل ہے۔

لیکن میری تکمیل دونوں بزرگ حضرت نانوتوی اور گنگوہی کر سکتے ہیں اس لئے بار بار ان سے فرماتے۔ بھائی میری تکمیل کراؤ۔ یہ حضرات جواب دیتے کہ اب آپ میں کوئی کمی نہیں ہے اور جتنی کچھ ہے بھی سو وہ بھی مدرسہ دیوبند میں، حدیث پڑھانے ہی سے پوری ہو جائے گی۔ اس لئے آپ درسِ حدیث میں مشغول رہیں۔ یہی داس آپ کی تکمیل کا ضامن ہے۔ اس پر خفا ہوئے کہ یہ دونوں بخل کرتے ہیں۔ سب کچھ لئے بیٹھے ہیں اور میرے حق میں بخل کر رہے ہیں۔ (اس کے بعد لکھا ہے) ادھر سے مایوس ہو جانے کے بعد انہوں نے اجمیر شریف کی حاضری کا ارادہ کر لیا۔"

خواجہ غریب نواز ص ۵

تاکہ خواجہ غریب نواز کے حضور میں اپنی تکمیل کر سکیں۔ چنانچہ ایک دن وہ اس جذبۂ شوق میں اٹھے اور اجمیر کے لئے روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر انہوں نے روضۂ خواجہ کے قریب ایک پہاڑی پر اپنی کٹیا بنا لی اور وہیں قیام پذیر ہو گئے (لکھا ہے) کہ اکثر مزار شریف پر حاضر ہو کر دیر دیر تک مراقب رہتے۔ ایک دن مراقبے میں حضرت خواجہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ آپ کی تکمیل مدرسہ دیوبند میں حدیث پڑھانے ہی سے ہوگی۔ آپ وہیں جائیں اور ساتھ حضرت خواجہ کا یہ مقولہ بھی منکشف ہوا کہ آپ کی عمر کے دس سال رہ گئے ہیں۔ اس میں یہ تکمیل ہو جائے گی۔ صفحہ ۶ (لکھا ہے) اس واقعہ کے دوسرے ہی دن وہ اجمیر سے واپس ہوئے اور سیدھے اپنے وطن مالوف نانوتہ پہنچے۔ وہاں سے گنگوہ کا قصد کیا۔ حضرت گنگوہی حسبِ معمول اپنی خانقاہ میں تشریف فرما

تھے۔ کسی نے خبر دی کہ مولانا محمد یعقوب صاحب آ رہے ہیں۔ حضرت نام سنتے ہی چارپائی سے کھڑے ہو گئے۔ (اب اس کے بعد کا واقعہ قاری طیب صاحب کی زبانی سنیئے) جب مولانا محمد یعقوب صاحب قریب آ گئے تو بلا گفتگو کے سلام علیک کے بعد حضرت گنگوہی نے فرمایا ہم یہ کچھ احسان نہیں ہے، ہم یہ کچھ احسان نہیں ہے۔ خدام بھی وہی بات کر رہے تھے جو حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمائی ہے مگر چھوٹوں کی کون سنتا ہے جب اوپر سے بھی وہی کہا گیا جو خدام عرض کیا کرتے تھے تب آپ نے قبول فرمایا،،

خواجہ غریب نواز ص ۶

اب پھر ایک اور مجذوب

"خاں صاحب نے فرمایا کہ اسی مجلس میں نواب مصطفےٰ خاں نے اپنا قصہ بیان کیا ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالاخانے پر بیٹھے ہوئے تھے اور بلا مزامیر گانا ہو رہا تھا۔ اتفاقاً مومن خاں کہیں سے مولوی محمد عمر صاحب کو پکڑ لائے۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو مگر مومن خاں نہیں مانتے تھے۔ آخر لا کر اس مجلس میں ان کو بٹھا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد عمر صاحب نے ایک بہت معمولی حرکت کی۔ اس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر سب کو شبہ ہو گیا۔ یہ بھی خیال ہوا کہ شاید ان کی جنبش کا اثر ہوا اور یہ بھی کہ شاید زلزلہ ہوا۔ اس پر سب کی توجہ مولوی محمد عمر کی طرف ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے دوبارہ حرکت کی جو پہلی حرکت سے زیادہ تھی۔ اس سے مکان پھر ہل گیا اور پہلے سے زور سے ہلا۔ اب

تو یقین ہو گیا کہ یہ انہی کی حرکت کا اثر ہے۔ تھوڑی دیر میں ذرا اور زور سے حرکت کی تو اس سے مکان کو زور زور سے حرکت ہوئی اور لکڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشہ آلات رکھے تھے وہ کھن کھن کھن کرنے لگے۔ اس پر کسی نے کہا کہ مولوی محمد عمر صاحب یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے مت بٹھاؤ اور یہ کہہ کر چل دیئے۔"

ارواح ثلاثہ ص ۲۴۲

حسین احمد مدنی کے شرکیہ واقعات

حسین احمد مدنی کو اپنی موت کا کئی مہینے پہلے علم تھا

مولوی ریاض احمد فیض آبادی صدر جمعیت علماء میوات فرماتے ہیں:

"میں نے کہا کہ حضرت انشاء اللہ اختتام سال پر ضرور حاضر ہوں گا۔ فرمایا۔ کہہ دیا کہ ملاقات نہیں ہو گی۔ اب تو میدان آخرت ہی میں انشاء اللہ ملو گے۔ مجمع میرے قریب جو تھا۔ احقر کی معیت میں آبدیدہ ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ رونے کی کیا بات؟ کیا مجھے موت نہ آئے گی۔ اِس پر احقر نے الحاج کے ساتھ کچھ علم غیب اور زیادتی عمر پر بات کرنی چاہی مگر فرط غم کی وجہ سے بول نہ سکا۔"

شیخ الاسلام ص ۱۵۶

حسین احمد مدنی کو بارش کا علم بھی تھا

"مولوی جمیل الدین سیوہاروی مفتی دار العلوم دیوبند نے اسی کتاب شیخ الاسلام نمبر میں سیوہارہ ضلع بجنور کے ایک جلسے کا ذکر کیا ہے جو کانگریس کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا اور جس میں مولوی حسین احمد صاحب بھی شریک تھے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ عین وقت جلسہ سے

پہلے اچانک آسمان ابر آلود ہو گیا۔ موسم کا رنگ دیکھ کر منتظمین جلسہ سراسیمہ ہو گئے۔ اب اس کے بعد کا واقعہ سنیئے :

اس دوران میں جامع الکمالات غفرلہ (یعنی واقعہ نگار) کو جلسہ گاہ میں ایک برہنہ سر مجذوبانہ ہیئت کے غیر متعارف شخص نے علیحدہ لے جا کر اِن الفاظ میں ہدایت کی کہ مولوی حسین احمد سے کہہ دو کہ اس علاقے کا صاحبِ خدمت میں ہوں۔ اگر بارش ہٹوانا چاہتے ہیں تو یہ کام میرے توسط سے ہو گا۔ راقم اسی وقت خیمے میں پہنچا جس پر حضرت والا نے آہٹ پا کر وجہ معلوم فرمائی اور اس پیغام کو سن کر ایک عجیب پرجلال انداز میں بستر استراحت ہی پر سے ارشاد فرمایا۔ جائیے۔ کہہ دیجئے۔ بارش نہیں ہو گی۔"

شیخ الاسلام نمبر ص ۱۴۷

قیدیوں کے مستقبل کا علم

"یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ مولوی حسین احمد صاحب بھی سابرمتی کی جیل میں نظر بند تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسی دوران جیل کے ایک قیدی کو پھانسی کی سزا ہو گئی۔ یہ حکم سن کر اس کا خون سوکھ گیا۔ محمد حسین نامی کسی قیدی کے ذریعہ اس نے مولوی حسین احمد صاحب سے دعا کی درخواست کرائی۔ منشی محمد حسین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سر ہوئے۔ فرمایا۔ اچھا جا کر اس سے کہہ دو کہ وہ رہا ہو گیا۔ منشی محمد حسین صاحب نے اِس قیدی سے جا کر کہہ دیا کہ باپو نے کہہ دیا ہے کہ تو رہا ہو گیا۔ دو ایک روز گزرنے کے بعد اس قیدی نے پھر بے چینی کا اظہار کیا کہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا اور میری پھانسی

میں چند ہی روز رہ گئے ہیں۔ منشی محمد حسین نے پھر آکر عرض کیا تو فرمایا کہ میں نے کہہ دیا کہ وہ رہا ہو گیا۔ اس کے دو ایک یوم پھانسی کو رہ گئے تھے کہ اس کی رہائی کا حکم آگیا۔"

شیخ الاسلام ص ۱۶۲

حسین احمد مدنی کا جیتے جی روح کی طرح لطیف پیکر میں ڈھل کر مریض کو شفا بخشنا:

حسین احمد مدنی کے مرید ڈاکٹر حافظ محمد ذکریا نے اپنے ایک پیر بھائی کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرمایا:

"فرماتے ہیں میں بحیثیت معالج بلایا گیا تو دیکھتا ہوں کہ جسم بالکل بے حس و حرکت ہے۔ آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ آثار مرگ بظاہر نمایاں ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں پریشان اور بے چین ہو گیا کہ ناگہاں مریض رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اٹھا کر کسی کو سلام کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ حضرت یہاں تشریف رکھیئے۔ کچھ ہی دیر بعد اٹھ کر بیٹھ جاتا۔ اور اپنے والد وغیرہ سے کہتا ہے کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے جواب میں لوگ کہتے ہیں کہ حضرت تو یہاں تشریف فرما نہیں تھے۔ وہ حیرت سے کہتا ہے کہ حضرت تو تشریف لائے تھے اور میرے چہرے اور بدن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تھا کہ اچھے ہو جاؤ گے گھبراؤ نہیں (ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں) کہ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ دیکھتا ہوں کہ بخار ایک دم غائب اور وہ بالکل تندرست اچھا ہے۔ (شیخ الاسلام کا مصنف کہتا ہے) کہ حضرت شیخ کی ادنیٰ کرامت ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو

اپنے خاص (مریدین) سے کیسا گہرا تعلق ہوتا تھا۔"

تشیخ الاسلام ص ۱۶۳

علم استغاثہ دل، علم مقام چشم زدن حاضری کی قوت، حق پرستی کا نشان مٹا دینے والی انہونی کہانی

"بالی نزندی مولوی بازار کے ایک صاحب آزادی سے قبل ڈھاکہ سے شیلانگ بذریعہ موٹر جا رہے تھے۔ صوبہ آسام کا ایک اکثر حصہ پہاڑی ہے۔ اس میں موٹر یا بس چلنے کا جو راستہ ہے وہ بہت تنگ ہے۔ فقط ایک گاڑی جا سکتی ہے۔ دو کی گنجائش نہیں یہ صاحب حضرت حسین احمد مدنی کے مرید تھے۔ جب نصف راستہ طے ہو گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک گھوڑا بڑے زوروں سے آ رہا ہے۔ اس شخص اور دیگر تمام حضرات کو خطرہ پیدا ہوا کہ اب کیا ہوگا موٹر روک لی لیکن اس کے باوجود بھی بڑی تشویش تھی کیونکہ گھوڑا بلا سوار بڑی تیزی سے دوڑا آ رہا تھا۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر پیر و مرشد ہوتے دعا کرتے۔ ابھی اتنا سوچا ہی تھا کہ حضرت شیخ گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہیں غائب ہو گئے۔"

انفاسِ قدسیہ ص ۱۸۶

حسین احمد مدنی کے مرید کا غیبی ادراک

"حاجی جمال دین حضرت کے وصال کے بعد شب جمعہ کو (واضح رہے کہ حضرت کا انتقال جمعرات کو ہوا تھا) بارہ تسبیح سے فراغت کے بعد کچھ دیر بعد مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کا

وصال ہو گیا ہے اور مجمع کثیر ہے اور حضرت کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی ہے۔ میں بھی ان لوگوں کو دیکھ کر نماز جنازہ میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد لوگ حضرت کو قبرستان کی طرف لے چلے۔"

شیخ الاسلام ص ۱۶۳

اسرار الٰہی کا راز داں

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے اپنی کتاب انفاس قدسیہ میں شیخ الاسلام کی غیب دانی کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"رمضان المبارک کے موقعہ پہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ جس دن آپ سورۃ (اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا) وتروں میں تلاوت فرماتے۔ اس دن شب قدر ہوتی تھی اور عید کی چاندرات کے بارے میں بھی بارہا تجربہ کیا کہ جس دن چاند رات ہوتی تھی، حضرت اس دن صبح سے عید کا انتظام شروع کر دیتے تھے اور ایک دن پیشتر قرآن شریف ختم کر دیتے تھے چاہے ۲۹ تاریخ کیوں نہ ہو۔ حضرت کے اس طریقے کی بنا پر حضرت کا ہر خادم ہی بتا سکتا تھا کہ آج چاندرات ہے۔"

انفاس قدسیہ ص ۱۸۵

حسین احمد مدنی کے لئے روضۂ اطہر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلا اور وعلیکم السلام کا جواب ملا

"روزانہ بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کر کے وہیں مسجد شریف میں ہی ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ بدن میں غیر اختیاری حرکت پیدا ہو جاتی تو اٹھ کر جنگل میں تشریف لے جاتے کبھی مسجد الاجابۃ

کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں بیٹھ کر اللہ کے نام کی ضربیں لگاتے اور کبھی کسی دوسری وادی میں جا کر اوراد و وظائف پورے کرتے ۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی برکت سے مبشرات اور رؤیا صالحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو معاملہ یہاں تک پہنچا کہ بلا حجاب زیارت اور وعلیکم السلام یا ولدی کے مبارک جواب سے سرفراز ہوئے ۔"

بارگاہِ رسالت مرتبہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالہدیٰ بھکر

ایک اور شرک

"ایک دن آپ اردو شعروں کی کتاب پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سامنے یہ مصرعہ آیا۔ "ہاں اے جیب رُخ سے ہٹا دو نقاب کو"۔ یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوا۔ روضۂ اطہر کے قریب پہنچ کر صلوٰۃ وسلام کے بعد نہایت بیقراری کے عالم میں یہ مصرعہ پڑھا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو اسی بیداری میں نظر آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔"

مزید شرک

"مولانا مشتاق انبیٹھوی مرحوم فرماتے ہیں کہ مشائخِ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے۔ ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے وعلیکم السلام

یا ولدی کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔ (انبیٹھوں) نے اس کے بعد اس کی جستجو شروع کی۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان حبیب اللہ مہاجر مدنی ہے۔"

(بارگاہِ رسالت مرتبہ مولانا محمد عبداللہ مہتمم مدرسہ دارالہدیٰ ابھکر ص ۳۳-۳۴)

نوٹ:۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ الا بقا میں روضۂ اطہر سے دونوں ہاتھوں کے باہر نکلنے کا ذکر بھی کیا ہے۔

عطاء اللہ شاہ بخاری کا دورانِ تقریر صریح جھوٹ اور امّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین

"آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرضِ خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی محمد کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امّ المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔"

(بارگاہِ رسالت مصنفہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ دارالہدیٰ بھکر

عقیدۂ توحید کی دھجیاں بکھیرنے والی مولانا انور شاہ کاشمیری کی وصیّت

"آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلے سے پہلے میری زندگی پوری ہو جائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے

سنہ ۱۹۳۳ء میں آپ کا وصال ہوا اور سنہ ۱۹۳۵ء میں جج صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کیا جس میں مدعا علیہ کے ارتداد کی تاریخ سے نکاح کو منسوخ اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا۔ حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر جج صاحب کا فیصلہ بلند آواز سے سنایا۔"

(بارگاہِ رسالت مرتبہ مولانا محمد عبداللہ مہتمم مدرسہ دارالہدیٰ بھکر)

احمد علی لاہوری کے مشرکانہ واقعات

غیبی ادراک

"چوہدری اکبر صاحب خیر پور ملیاں ضلع شیخوپورہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ۱۹۴۱ء پھاگن کا مہینہ تھا۔ میں نے اپنے گنے کی تقریباً چھ من کھانڈ تیار کی۔ اس میں سے کچھ کھانڈ لے کر حضرت کی خدمت میں گیا۔ کھانڈ پیش کی تو حضرت نے فرمایا۔ کھانڈ درست نہیں۔ میں نے پھر اصرار کیا لیکن آپ نے یہی فرما کر لینے سے انکار کر دیا۔ میں حیران ہوا۔ بہر حال واپس آ کر سوچا تو دو باتیں ذہن میں آئیں۔ ایک تو میں نے مشین والے کا کرایہ ادا نہیں کیا تھا۔ دوسرا میں نے ابھی تک چینی کا عشر ادا نہ کیا تھا۔ میں نے فوراً دونوں کام کئے۔ عشر بھی دیا اور مشین کا کرایہ بھی مشین والے کو دے دیا۔ تقریباً ایک ماہ بعد میں اپنی بیوی کے ہمراہ پھر حضرت کی خدمت میں گیا کیونکہ میری بیوی بھی حضرت کی بیعت تھی۔ اسے سبق سنانا تھا۔ حاضر ہونے پر میں نے عرض کیا کہ حضرت جی چاہتا تھا کہ تھوڑا سا گھی آپ کے لئے لیتے آوئں مگر کھانڈ کی واپسی کے باعث ہمت نہ پڑی۔ ڈرتا تھا آپ

کہیں خفا نہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ گھی کہاں پڑا ہے۔ میری بیوی نے بتایا۔ گھر کی فلاں سمت کے کمرہ میں پرات کے اندر ڈبہ میں ہے۔ حضرت نے سر مبارک کو دو منٹ تک سینے کی طرف جھکایا پھر فرمایا گھی تو پاکیزہ ہے۔ پھر فرمایا چینی کہاں پڑی ہے۔ میں نے بتایا تو حضرت نے پھر توجہ کی اور بعد میں پھر فرمایا۔ اب تو چینی بھی پاکیزہ ہے چوہدری محمد اکبر کہتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ واقعی عشر ادا نہ کرنے کے باعث حضرت نے واپس کر دی تھی۔"

(دیوبند نمبر ص ۵۶)

غیب دانی کا دوسرا واقعہ

"جناب سعید الرحمٰن صاحب لدھیانوی ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ نے ایک واقعہ بتایا کہ ۱۹۴۹ء میں جب حضرت پاکستان تشریف لائے۔ مولانا غلام رسول جو حضرت کے اجل خلفاء میں سے تھے، ان کی خواہش اور اصرار پر شیخوپورہ تشریف لائے اس وقت ہم بے سروسامانی کے عالم میں تھے۔ کچھ عرصہ قبل ہی لدھیانہ سے ہجرت کر کے شیخوپورہ میں آباد ہوئے تھے۔ میں کسٹوڈین کے دفتر میں کلرک تھا۔ وہاں کچھ سامان نیلام ہوا تو میں نے بھی خرید لیا سامان خرید چکنے کے بعد کسٹوڈین صاحب نے چھوٹا سا پرانا غالیچہ مجھے یونہی مفت دے دیا۔ میں سب سامان گھر لے آیا۔ حضرت جب تشریف لائے تو والد صاحب نے وہ غالیچہ حضرت کے لئے بچھا دیا۔ حضرت نے بیٹھنے سے قبل فرمایا۔ یہ تو لوٹ مار کا مال ہے میں اس پر نہیں بیٹھوں گا۔ والد صاحب کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ

نہیں تھا۔ انہوں نے کہا۔ حضرت جی یہ نیلامی میں خریدا ہوا ہے، مگر حضرت نے اٹھوا دیا اور ایک معمولی سی تلائی بچھا دی۔ حضرت اِس پر بیٹھ گئے۔"

(دیو بند ص نمبر ۵۶)

جناب مولوی عبدالرشید رانی ساگری دیوبندی

مرنے کے بعد ننگا نوجوان مولانا عبدالرشید رانی ساگری کو قبرستان میں بیداری کی حالت میں نظر آیا

"وہ شہاب الدین اور عبدالرشید رانی ساگری فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے محترم دوست اور حضرت کے خویش مولانا الحاج اشرف علی صاحب نے بیان فرمایا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ایک امیرزادہ نوجوان شخص تھے۔ ان کی زندگی بہت ہی لاابالی پن میں گزری۔ ان کا جب انتقال ہوگیا تو میں ایک دن قبرستان گیا تو اس شخص کو دیکھا کہ قبرستان میں ننگے بیٹھا ہے اور بہت ہی عسرت دیاس کے عالم میں ہے۔ میں جب قریب پہنچا تو اس نے ہمیں دیکھ کر اپنی ستر دونوں ہاتھوں سے چھپالی۔ میں نے اس سے کہا۔ اسی لئے نہیں تجھے کہتا تھا لیکن تو نے اپنی زندگی لاپرواہی میں گزاردی اور میری باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔"

نقیب پھلواری کا مصلح امت صفحہ نمبر ۱۹ ماخوذ زلزلہ

مولانا عبدالغفار صاحب سرحدی دیوبندی کے متعلق خدائی منصب کا صاف اور صریح دعویٰ

"علوم تکوینیات انتظامیہ سے بھی مولانا کا تعلق تھا اور عالم تکوینیات کے کارکنوں کا مولانا سے ملنا اور مشورہ کرنا اور ان سے گہرے روابط اور تعلقات بھی وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے تھے"۔

درسِ حیات ص ۸۵

درسِ حیات کا مصنف قاری فخر الدین صاحب اپنے نانا میاں مولانا عبدالغفار کے متعلق لکھتا ہے:

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے عالم کے تمام انتظامات تکوینیہ کے لئے کارندے مقرر ہیں۔ وہی سب کچھ کرتے ہیں۔ وہی سب کچھ کرتے ہیں۔ وہ اس علم کی اصطلاح میں اصحابِ خدمت کہلاتے ہیں"۔

درسِ حیات ص ۸۹

سبزی فروش بھی خدا کے کارندے ہیں

مولانا عبدالرافع صاحب مرحوم (مصنف کے خالو) کا بیان ہے کہ:

"مولانا یعنی نانا میاں کے گھر کا سودا میں ہی لایا کرتا تھا۔ سبزی ترکاری منگوانی ہوتی تو مولانا ایک خاص کنجڑے (سبزی فروش) کا پتہ بتلاتے کہ وہیں سے لینا۔ اس کے یہاں اچھی ہو یا بری اسی کے یہاں سے لینا۔ مولانا عبدالرافع صاحب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ گیا (جگہ) کے انتظامی امور آج کل بہت خراب ہیں۔ آج کل یہاں کا صاحب کون ہے۔ مولانا خفا ہوئے کہ اس کو بیماری ہے کہ بے فائدہ باتیں پوچھا کرتا ہے مگر میں بھی بڑھا

ہوا تھا۔ بار بار اصرار کرتا ہی رہا کہ تبلا دیجئے۔ آخر مجبور ہو کر فرمایا۔ کہ وہی کنجڑا ہے جس کے یہاں سے ترکاری لانے کے لئے تم کو تاکید کرتا رہتا ہوں اور تم ہمیشہ مجھ سے اس کے بارے میں حجت کرتے رہتے ہو۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ اللہ غنی وہ کنجڑا اتنے درجہ والا ہے۔"

(درسِ حیات ص ۸۹)

نہ تم طعنے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے : نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مولانا خیر الدین کے مشرکانہ واقعات

اولاد کے لالچ میں گستاخیٔ رسول پر آمادگی

درسِ حیات کا مصنف مولوی فخر الدین کا بیان ہے:

"ابتداء میں مولوی خیر الدین میرے والد کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ کئی اولاد ہوئی مگر اللہ کو پیاری ہو گئی۔ خوبیٔ قسمت سے ایک گھر کے ملاقاتی عالم پنجابی جو بہت بڑے عامل بھی سمجھے گیا جگہا تشریف لائے۔ مولانا نے اولاد زندہ نہ رہنے کا حال ان سے کہا۔ انہوں نے کہا۔ ایک عمل ہے، اس کو کیجئے۔ انشاء اللہ اولادِ نرینہ ہو گی اور زندہ رہے گی۔ جب حمل کو چوتھا مہینہ ہو تو حاملہ کے پیٹ پر اپنی انگلی سے بغیر روشنائی کے محمدؐ لکھ دیجئے اور پکار کر کہیئے میں نے تیرا نام محمدؐ رکھا اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھیئے۔ چنانچہ اِس عمل کے بعد سب سے پہلی اولاد جو پیدا ہو کر زندہ رہی وہ میں (قاری فخر الدین) ہوں۔" (درس حیات ص ۱۹۶)

تصرف اور غیب دانی کا بے مثال واقعہ اور نابینے حافظ کا کردار

درسِ حیات کے مصنف نے تحصیلِ علم کے سلسلے میں اپنے والد مولوی خیر الدین صاحب

کا ایک سفر نامہ خود اُن کی زبانی بیان کیا ہے :

"کہ ہم چند رفقاء کے ساتھ تحصیلِ علم کے لئے اپنے گھر سے نکلے اور کئی دن تک شبانہ روز چلتے رہے۔ یہاں تک ہم دوپہر کو ایک شہر میں داخل ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ کرنال ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ سب سے پہلے ظہر کی نماز کس مسجد میں ہوتی ہے۔ اِس مسجد میں جا کر نمازِ ظہر باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد مسجد سے نکلا کہ جلدی شہر سے نکلوں تاکہ راستہ کھوٹا نہ ہو۔ مسجد سے لگے ہوئے برآمدہ میں ایک نابینا حافظ صاحب بیٹھے تھے۔ میں جب اُن کے قریب سے گزرا تو انہوں نے کہا خیر الدین السّلام علیکم۔ میرے پاس آؤ میں نے یہ خیال کر کے کہ فضول باتوں میں یہ میرا وقت ضائع کریں گے، اُن کی اِس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور سرسری جواب دیتے ہوئے تیزی سے نکل گیا۔ انہوں نے اپنے چند شاگردوں کو میرے پیچھے دوڑایا کہ پکڑ کر لے آؤ مگر مجھ کو پکڑ نہ سکے۔ میں سب سے قوی تھا۔ سب کو جھٹک کر دُور پھینک دیا اور آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں شہر پناہ کے پھاٹک سے جیسے ہی باہر نکلا اچانک زمین نے میرے قدم تھام لئے۔ بہت کوشش کی لیکن قدم ذرا بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ میرے ساتھیوں نے بھی مل کر زور لگایا لیکن وہ بھی میرے قدموں کو زمین کی گرفت سے آزاد نہیں کرا سکے۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کر میں شہر کی طرف واپس لوٹ آیا اور وہیں سے اپنے ساتھیوں کو رخصت کر دیا۔ شہر میں آنے کے بعد مجھ کو خیال ہوا کہ وہ نابینا حافظ جی کون تھے جنہوں نے باوجود ناواقف اجنبی اور نابینا ہونے کے مجھ کو میرا نام لے کر پکارا۔ چلو اُن سے تحقیق حال کروں۔ میں جب ان کے پاس پہنچا

وہ زور سے ہنسا اور کہا۔ آخر آگئے۔ بہت جان چھڑا کر بھاگے تھے۔ میں نے اُن سے کہا۔ اِن باتوں کو چھوڑیئے۔ آپ یہ تبلایئے کہ آپ نے مجھ کو کیسے پہچانا اور میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا؟۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارا نام مجھ کو تو تمہارا حال معلوم ہے کہ کس غرض سے نکلے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جس طرح تم ادھر رک گئے ہو ادھر نہیں رک جاؤ گے تمہارے علم کا ایک حصہ اِس شہر میں مقدر ہے۔ جب تک اِس کو حاصل نہیں کرو گے، اِس شہر سے نکل نہیں سکتے۔"

(درس حیات ص ۱۵۵، ۱۵۶)

مراقبے کی بیماری

مولانا فخرالدین مصنف درسِ حیات اپنے والد خیرالدین اپنے پیرو مرشد کی طرف سوات کا سفرنامہ بیان فرماتے ہیں:

"میں (خیرالدین) گھوڑے پر سوار تھوڑا ہی آگے بڑھا ہوں گا کہ ایک درہ میں سے ڈاکوؤں کا ایک گروہ نکلا اور اس نے مجھ کو بہت تنگ کیا۔ میرے پاس جو کچھ تھا سب رکھوا لیا اور اس کے بعد جان کی باری تھی۔ رحم کا کوئی شائبہ ان کے اندر نہ تھا۔ میں نے پریشانی کے عالم میں سر جھکا لیا اور عملِ برزخ تصوّرِ شیخ کا عمل کیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ وہی ظالم ڈاکو سراپا رحم و کرم بنے ہوئے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ ان ہی ڈاکوؤں میں ڈاکوؤں کا سردار تھا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور میری بڑی خاطر مدارت کی۔ وہ لوگ بار بار مجھ سے معافی مانگتے تھے اور اقرار لیتے تھے کہ میں نے انہیں معاف کر دیا میں نے حیرانی کے عالم میں ان سے دریافت کیا کہ پہلے تو تم لوگوں

نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا اور اب اچانک کیا بات ہوگئی کہ تم لوگ میرے حال پر اس قدر مہربان ہو گئے۔ اِن لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت! ہم لوگوں نے آپ کو پہچانا نہ تھا۔ جب آپ آنکھ بند کر کے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اس وقت ہم نے آپ کو غور سے دیکھا تو پہچانا کہ آپ تو حضرت میاں صاحب ہیں۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ تصوّرِ شیخ کی برکت سے حضرت کی توجہ خصوصی مبذول ہو کر میری صورت حضرت پیر و مرشد کی صورت سے تبدیل ہو گئی جس کی مجھ کو بھی خبر نہ تھی اور ان ڈاکوؤں کے کہنے سے یہ عُقدہ کھلا۔"

درسِ حیات ص ۱۷۲، ۱۷۳



مولانا بشارت کریم کے مشرکانہ واقعات

بشارت کریم جگہ جگہ حاضر و ناظر

مولانا بشارت کریم دیوبندی کے دربار کے ایک حاضر باش پنڈت کے بارے میں مولانا فخرالدین نے اپنی کتاب درس حیات میں ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔ لکھا ہے:

"کہ پنڈت جی (نومسلم) کسی مرشدِ کامل کی تلاش میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہے تھے کہ اچانک کسی مجذوب عورت سے اُن کی ملاقات ہوگئی۔ اس نے گڑھول (جگہ) کا پتہ بتایا کہ وہاں جا۔ وہاں تیرے درد کا درماں ہے۔ اب وہ گڑھول کا راستہ معلوم کرکے وہاں کے لئے روانہ ہوئے۔ دوپہر کا وقت تھا اور گرمی کا زمانہ تھا جوگیا (جگہ) سٹیشن سے پیدل گڑھول جا رہے تھے۔ گرمی کے دنوں میں دوپہر کے وقت لوگ عموماً گھروں کے اندر پناہ گزین ہوتے ہیں۔ باہر راستے میں چلتے ہوئے لوگ نہیں ملتے۔ یہ کئی جگہ راستہ بھولے اور ہر جگہ ایک ہی صورت کے ایک ہی شخص نے ظاہر ہو کر راستہ بتلایا جب گڑھول پہنچے اور حضرت کے جمالِ جہاں آراء پر نظر پڑی تو دیکھا۔ یہ تو وہی ہیں

جنہوں نے راستے میں کئی جگہ ظاہر ہو کر راہنمائی فرمائی تھی۔ عقیدت جوش میں آئی۔ بے اختیار عرض کیا۔ بادشاہ! میرے حال پر رحم کیجئے اور مجھ کو راستہ بتلائیے۔ حضرت نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ گڑھول آتے ہوئے جہاں کہیں راستہ بھولا تو بادشاہ! آپ نے ظاہر ہو کر راستہ بتلایا۔ اب آپ پوچھتے ہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ آپ کو سب معلوم ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

درسِ حیات ص ۲۹۹ تا ۳۰۰

دلوں کی چیکنگ کرنے والے مولانا بشارت کریم دیوبندی

فخر الدین مصنف درسِ حیات اپنے والد خیر الدین سے یہ نقل کرتے ہیں:

"والد صاحب مرحوم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت مولانا بشارت کریم صاحب فرماتے تھے کہ میں نے بارہا آپ کے قلب پر نظر کی تو اس کو آپ کے شیخ کی توجہات سے معمور و مربوط پایا۔ آپ کے شیخ کا پورا قبضہ آپ کے قلب پر ہے اور آپ کے قلب کا پورا ارتباط شیخ کے ساتھ ہے۔"

درسِ حیات ص ۳۳۲

ایک مجذوب کا نعرۂ غیب دانی

درسِ حیات کا مصنف مولانا فخر الدین کہتا ہے کہ:

"میں اپنے ہم کلاس کو ملنے ضلع مظفر پور گیا اور رات کے وقت جب استنجے کے لئے باہر نکلا تو ایک مجذوب کو گڑھول کی طرف منہ کر کے یہ کہتے سنا "ارے دیکھ اِدھر دیکھ۔ وہ دیکھ گڑھول میں مولانا بشارت کریم صاحب ذکر کر رہے ہیں اور ان کے مکان سے

عرش تک نور ہی نور ہے۔ ارے اندھے دیکھ تجھ کو نظر نہیں آتا۔"

درسِ حیات ص ۲۴۳

اگر دیوبندی اسے مجذوب کی بڑ کہہ کر نظر انداز بھی کرنا چاہیں تو دانشورانِ دیوبند کی اِس تصدیق کو کیا کہیں گے :

"اللہ اللہ یہ ہے ذکر اور یہ ہیں ذاکرین کے انوار کا کوئی آنکھ والا ہی مشاہدہ کر سکتا ہے۔ نہ صرف قریب سے بلکہ آٹھ نو میل کی دوری سے اِس طرح مشاہدہ کر سکتا ہے کہ جیسے کسی محسوس چیز کو بہت قریب سے کوئی دیکھ رہا ہو۔"

درسِ حیات ص ۲۴۳

مولانا بشارت کریم حاضر و ناظر

درس حیات کا مصنف مولانا فخر الدین صاحب لکھتا ہے کہ مولوی عبد الشکور مولانا بشارت کریم کے خواص مریدین تھے۔ فرماتے ہیں :

"کہ وہ ایک بار اپنے شیخ کی بارگاہ میں یہ خیال لے کر روانہ ہوئے کہ حضرت سے دریافت کروں گا کہ بعض بزرگوں کے متعلق جو یہ سنا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی کئی جگہ موجود ہو جاتے تھے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ جب میں وہاں پہنچا تو نماز کا وقت تھا۔ اس زمانے میں خود حضرت نماز پڑھایا کرتے تھے میں بھی جماعت میں شریک ہوا۔ نماز شروع ہوتے ہی مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اِس وسیع میدان میں جا بجا متعدد جماعتیں صف بستہ نماز میں مشغول ہیں اور ہر جماعت کے امام حضرت ہیں اور سارے کے سارے مقتدی ہر جماعت

میں وہی ہیں جو اس جماعت میں تھے جس میں شامل ہو کر میں حضرت کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ میرے سوال کا جواب مجھ کو مل گیا۔ سارے شبہات کا ازالہ ہو گیا۔ حضرت کے روحانی تصرف نے ایسا مشاہدہ کروایا کہ پھر حضرت سے پوچھنے اور سمجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔"

درسِ حیات ص ۳۵۴

ایک اور حشر برپا کرنے والی کہانی

فخرالدین اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

"راوی کہتا ہے کہ ایک دن بعد مغرب اپنے حجرۂ خاص میں حضرت لبشارت کریم تلاوت فرما رہے تھے۔ ایک گوشے میں پنڈت جی مراقب تھے اور دوسرے گوشے میں میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک پنڈت جی چیخنے پھر تڑپے پھر بیہوش ہو گئے۔ حضرت تلاوت روک کر اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کیا دیکھا؟ پنڈت جی نے عرض کیا کہ بادشاہ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ میدانِ حشر میں حق تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے۔ حساب و کتاب ہو رہا ہے۔ مخلوق کا بے پناہ ہجوم ہے آپ بھی ہیں۔ میں بھی ہوں۔ آپ مجھ کو پکڑے ہوئے عرشِ الٰہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جب قریب پہنچ گئے تو آپ نے مجھ کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھایا اور عرشِ الٰہی کی طرف بڑھایا۔ میں حق تعالیٰ کے جلال ہیبت و عظمت سے چیخ اٹھا۔"

درسِ حیات ص ۳۴۰

اب رہا بشارت کریم کی توثیق کا مسئلہ

"حضرت نے یہ سن کر حسب عادت تھوڑا سا سکوت فرمایا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا۔ مبارک ہو نور اللہ (دینداری کا نیا نام) اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو۔"

درس حیات ص ۳۰۴

مولانا بشارت کریم دیوبندی کا مرنے کے بعد قوتِ تصرف

درسِ حیات کا مصنف لکھتا ہے:

"وصال کے بعد ایک مدت تک مزار شریف پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا اور پانی، تیل، نمک وغیرہ قبر شریف کے پاس لے جا کر رکھ دیتے اور کچھ دیر کے بعد اٹھا لیتے۔ اس سے بکثرت لوگوں کو فوائد حاصل ہوتے ہیں"

درس حیات ص ۳۵۷

"وصال کے بعد سے لوگوں کا ہجوم جو مزار کے پاس آتا وہ پانی وغیرہ رکھنے یا یوں سمجھئے دم کرانے کے بعد تھوڑی مٹی بھی ہر ایک اٹھا کر لے جانے لگا۔ چنانچہ چند روز میں ضرورت پڑ جاتی کہ دوسری مٹی مزار شریف پر ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا ایوب صاحب مرحوم (حضرت کے صاحبزادے) کچھ عرصہ بعد جب مٹی کم ہو جاتی نئی مٹی ڈال دیا کرتے تھے (ص ۳۵۸) مٹی ڈالتے ڈالتے جب صاحبزادے تنگ آ گئے اور روز روز کی یہ مزی ڈیوٹی وبالِ جان ہو گئی تو ایک دن آزردہ خاطر ہو کر مزار شریف پر حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے عرض کیا۔ حضرت زندگی میں تو بہت سخت تھے مگر اب مزار شریف پر یہ کیا ہونے لگا۔ اب میں آخری مرتبہ مٹی ڈال رہا ہوں۔ اس کے

بعد اگر گڑھا بھی پڑ جائیگا تو اب میں مٹی نہیں ڈالوں گا۔ اِس سلسلے کو بند کرو لیسے ۔"

درسِ حیات ص ۳۵۸

اس کے بعد پھر کسی نے مٹی نہیں اٹھائی۔ قطعاً وہ سلسلہ بند ہو گیا اور اب کبھی مٹی ڈالنے کی نوبت نہیں آئی اور پانی تیل نمک وغیرہ مزار شریف پر رکھ کر دم کرانے کا خیال بھی اب کسی کو نہ پیدا ہوا۔ اور وہ سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔"

درس حیات ص ۳۵۸



بڑے بھولے بھالے بڑے اللہ والے
جناب آپ کو بس ہم ہی جانتے ہیں!

خاموش اصنام کی کہانی

مولانا زکریا صاحب بانی تبلیغی جماعت کے لٹریچر میں مشرکانہ واقعات

شرکی کارروائیاں

"اُس نے کہا۔ میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میری ماں وہیں رہ گئی (یعنی مر گئی) اس کا منہ کالا ہو گیا۔ اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے۔ اس سے میں نے اللہ جل شانہٗ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا۔ اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے مُنہ پر پھیرا جس سے منہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجیے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ پڑھا کر"

فضائلِ درود ص ۱۳۸

ایک اور مشرکانہ واقعہ

"مولانا جامی صاحب جب ایک مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو اُن کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اِس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیرِ مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذبِ شوق اِس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیرِ مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا۔ حضور نے فرمایا۔ وہ آرہا ہے۔ اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑ کر بلایا۔ ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اِس پر امیرِ مکہ کو تیسری مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہو گا۔ اِس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا"

تبلیغی نصاب فضائلِ درود ص ۱۵۰

انہونی داستان

"سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں۔ اُن کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور

قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔"

فضائلِ درود صفحہ ۱۵۱

ایک اور انوکھی داستانِ شرک

"شیخ ابو ایوب سنوسی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجدِ حرام میں آیا۔ طواف کیا اور دوسری دور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا۔ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے۔ کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔"

فضائلِ صدقات تبلیغی نصاب ص ۲۰۹

مردے نے انگلی پکڑ لی

"ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا۔ اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے۔ یہ ایک مکان ہے۔ دوسرے مکان میں انتقال ہے۔ اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلال مشہور بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کیلئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے۔ نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے۔ کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا۔"

فضائلِ صدقات صفحہ ۲۰۹

مرنے کے بعد مذاق اور لطف اڑانا اور صحابہ پر بہتان تراشی

"صاحب روض نے بہت سے واقعات اِن مرشدوں کے مرنے کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاش ہونا، ہنسنا، مذاق کرنا، لطف اڑانا معلوم ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد کلام کرنے کے بعض واقعات حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ذکر کئے ہیں۔ حضرت زید بن خارجہ رضی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرام رضی سے بھی نقل کیا ہے۔"

فضائل صدقات ص ۲۰۹

ایمان کی دھجیاں بکھیرنے والی کہانی

"یوسف بن علی کہتے ہیں کہ ایک ہاشمی عورت مدینہ طیبہ میں رہتی تھی اور بعض خدام اس کو ستایا کرتے تھے۔ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں فریاد لے کر حاضر ہوئی تو روضہ شریف سے یہ آواز آئی اَمَا لَكِ فِيَّ اُسْوَةٌ فَاصْبِرِيْ كَمَا صَبَرْتُ اَوْ نَحْوَ هٰذَا۔ ترجمہ:۔ کیا تیرے لئے میرے اتباع میں رغبت نہیں جس طرح میں نے صبر کیا تو بھی صبر کر۔ وہ عورت کہتی ہیں کہ اس آواز کے بعد جس قدر کوفت مجھے تھی وہ سب جاتی رہی اور وہ تینوں خادم جو مجھے ستایا کرتے تھے مر گئے۔"

فضائل حج صفحہ ۱۸۵

پوری دیوبندیت اور تبلیغی جماعت کے مذہب کا معیار صرف من گھڑت افسانوں پر ہے۔ اُن کو چاہیے تو یہ تھا کہ توحید باری تعالیٰ کا پرچار کرتے اور تبلیغی جماعت کا لٹریچر توحید سے لبریز ہوتا اور شرک کی نفی کرتا مگر بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ (اُمتِ محمدی) کو گمراہ کرنے کے لئے دیوبندی لٹریچر کافی ہے۔ اب شیطان کو داؤپیچ لگانے کی ضرورت نہیں رہی۔ ابھی تو صرف آپ کے سامنے تبلیغی نصاب کے حوالے رکھے گئے ہیں۔ اِن کے علاوہ بہجۃ القلوب وغیرہ کتابیں دیکھیں۔ اُن میں وہ شرکیہ حکایتیں موجود ہیں کہ خدا کی پناہ۔ غور کیجئے شیخ الحدیث کی فہم و فراست پر پہلے واقعہ کو درود کی فضیلت میں نقل تو کر دیا لیکن یہ نہ سوچا کہ اِس من گھڑت واقعہ میں کتنے لوگوں کے عقیدے مشرکانہ بن جائیں گے اور اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام حالات سے باخبر ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ فلاں عورت اس حال میں گرفتار ہے اور صرف اتنا ہی نہیں کہ آپ اُمتیوں کے حالات سے باخبر ہوں بلکہ اُن کی مراد کو بر لانے کے لئے برزخی زندگی سے بنفسِ نفیس اُن کے پاس تشریف بھی لاتے ہیں اور ایک عورت کے منہ پر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں (معاذ اللہ) یہاں درود کی فضیلت تو کجا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتانِ عظیم باندھا گیا ہے کہ آپ نے غیر محرم عورت کے منہ پر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنی زندگی میں بیعت کے وقت بھی کسی خاتون کو ہاتھ نہیں لگایا۔ فوت ہونے

کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اور بعد کے تمام واقعات جو بیان کئے گئے ہیں۔ یہ واقعات تبصرے کے محتاج ہی نہیں ہیں۔ جب جھوٹ ہی جھوٹ اور بہتان ہی بہتان۔ اب اس کے بعد اگر تبلیغی جماعت والوں کی کتابیں بہجۃ القلوب وغیرہ اگر اُن کے حوالے درج کئے جائیں تو منوں سیاہی اور کاغذ کے پلندوں کی ضرورت ہو گی مگر عقل مند کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔ ؎

عقلمند نوں اشارہ کافی لوڑ نہیں دفتر دی
بے عقلاں تے اثر نہ کر دی پند بنی سر ور دی

شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشرکانہ واقعات

شکمِ مادر سے غیبی ادراک

ی حافظ رحیم بخش صاحب دہلوی اپنی تصنیف حیاتِ ولی میں لکھتے ہیں:

"ابھی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب والدہ صاحبہ کے بطنِ مبارک ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک دن ان کے والد بزرگوار) جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی موجودگی میں ایک سائلہ آئی۔ آپ نے روٹی کے دو حصے کر کے ایک اسے دے دیا اور ایک رکھ لیا لیکن جونہی سائلہ دروازہ تک پہنچی۔ شیخ صاحب نے دوبارہ بلایا اور بقیہ حصہ بھی عنایت کر دیا اور جب وہ چلنے لگی۔ پھر آواز دی اور جس قدر روٹی گھر میں موجود تھی، سب دے دی۔ اس کے بعد گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر میں ہے سب اس محتاج کو راہِ خدا دے دو۔"

حیاتِ ولی ص ۳۹۷

گھر بیٹھے بیٹھے زمین کی وسعتوں میں جادہ پیمائی
ایک گمشدہ لڑکے کی تلاش

حیاتِ ولی کا مصنف خود شاہ صاحب کی زبانی (عبدالرحیم) اُن کے والد ماجد کی عجیب و غریب کہانی نقل فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ محمد علی اورنگ زیب کے لشکر میں کسی سمت روانہ ہوا تھا۔ چونکہ زمانہ دراز تھا، اس کی کوئی خبر عزیز و اقرباء کو نہیں ملی۔ اس لئے اس کی مفقود الخبری نے بالخصوص اس کے برادر محمد سلطان کو سخت بے چین کر دیا اور جب وہ بہت ہی بیتاب ہوا تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ اِس گمشدہ کی خبر دیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے توجہ کی اور ہر چند کہ اسے لشکر کے ایک ایک خیمے میں ڈھونڈا لیکن سراغ نہ ملا۔ اموات کے زمرے میں تلاش کیا۔ وہاں بھی پتہ نہ لگا۔ ازاں بعد میں نے لشکر کے ارد گرد غور میں ڈوبی ہوئی نظروں سے دیکھا معلوم ہوا کہ غسلِ صحت پا کر شتری (بھورے) رنگ کا لباس زیبِ بدن کئے ہوئے ایک کرسی پر جلوہ آراء ہے اور وطن مالوف آنے کا تہیہ کر رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے بھائی سے بیان کیا کہ محمد علی زندہ ہے اور تین مہینے میں آیا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب وہ آیا تو بجنسہٖ یہی قصہ بیان کیا"

حیاتِ ولی صفحہ ۲۷۲

کشف و غیب دانی کا ایک اور واقعہ

شاہ امیر خاں مصنفِ کتابِ ارواحِ ثلٰثہ لکھتے ہیں:

"اگر عید کا چاند تیس کا ہونے والا ہوتا تو اول تراویح میں ایک پارہ پڑھتے اور اگر انتیس کا چاند ہونے والا ہوتا تو اوّل روز دو سپارے پڑھتے۔ چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا اس لئے شاہ عبدالعزیز

صاحب اول روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھو آئے میاں عبد القادر نے آج کے سیپارے پڑھے ہیں۔ اگر آدمی آکر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند تو انتیس ہی کا ہو گا۔ یہ بات دوسری ہے کہ دیر وغیرہ سے دکھائی نہ دے اور حجتِ شرعی نہ ہونے کی وجہ سے رویت کا حکم نہ لگا سکیں۔ اسی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی یہ اضافہ فرماتے ہیں کہ یہ بات دہلی میں اس قدر مشہور ہو گئی تھی کہ بازار اور اہلِ پیشہ کے کاروبار اس پر مبنی ہو گئے۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۴۵

دیوبندی قبر کی قسم کھاتے ہیں

"مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے حسنات کی کوئی یادداشت ہی نہ تھی۔ ایک بقال کے یہاں سے سامان آتا تھا جو وہ تبلا دیتا تھا وہ آپ دے دیتے تھے۔ آپ کچھ پوچھتے ہی نہ تھے چاہے وہ کتنا ہی بتا دے۔ آپ کے وصال کے بعد ایک مجلسِ تعزیت میں وہ بنیا آیا اور کہا کہ میرا چھ ہزار روپیہ کا حساب مولانا کی طرف ہے۔ مہمانوں میں ایک راجہ صاحب بھی تھے۔ انہوں نے تھیلی چھ ہزار کی مولانا کی قبر پر رکھ دی اور بنئے سے کہا کہ اگر تیری رقم واجب ہے تو اٹھا لے۔ اس نے تھیلی اٹھا لی۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۲۹۹ حکایت ۳۷۳

مولانا محمد یعقوب مملوک کی قبر کی مٹی شفا ہے

فرمایا کہ مولوی معین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات

واقع ہوئی) بیان فرماتے ہیں:

"کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب ہی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم! کئی مرتبہ ڈال چکا! پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اس دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسی ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۹۵ حکایت ۲۶۵

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا علم ما فی الارحام مرنے کے بعد

"خاں صاحب نے فرمایا کہ شاہ ولی صاحب جب بطنِ مادر میں تھے کہ ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک بہت تیز تھا۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے۔ اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اقرار و تسلیم فرمایا اور آ کر بھول گئے۔ ایک روز شاہ صاحب کی زوجہ نماز میں تھیں۔ جب انہوں نے دعا مانگی تو ان کے ہاتھوں میں

دو چھوٹے چھوٹے ہاتھ نمودار ہو گئے۔ وہ ڈر گئیں اور گھبرا کر شاہ صاحب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے۔ فرمایا۔ ڈرو مت تمہارے پیٹ میں ولی اللہ ہے پس اسی لئے اصل نام تو قطب الدین رکھا گیا اور اکثر تحریرات میں اس نام کو حضرت شاہ صاحب لکھتے تھے اور مشہور ولی اللہ ہوا۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۱۷ حکایت ۴

دیوبندیوں کو اکثر الہام کی بیماری ہے

"حضرت مرزا صاحب جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست و نزاکت طبع میں تھا۔ ایک عورت تھی نہایت بد مزاج، کج خلق اور منہ پھٹ۔ حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ اگر اس عورت سے نکاح کرو اور اس کی بد زبانی و ایذا دہی پر صبر کرو گے تو تم کو نواز لیا جائے گا۔ حضرت نے فوراً پیغام بھیج دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔"

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۶ حکایت ۱۷

قلبی علم سلب

"وہ خاں صاحب نے کہ مجھ سے میرے استاد میاں جی محمدی صاحب نے اور حکیم خادم علی صاحب نے اور مولوی عبد القیوم صاحب نے اور ان کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ فدا حسین جب اکبری مسجد کے نیچے سے نکلتا جس میں شاہ عبد القادر صاحب رہتے تھے تو بھاگ کر نکلتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ جب میں اس مسجد کے نیچے آتا ہوں تو جو کچھ میرے قلب میں ہوتا

ہے۔ سب سلب ہو جاتا ہے اور جب مسجد کی حد سے خارج ہوتا ہوں پھر آجاتا ہے۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۶۰ حکایت ۵۱

جدھر دیکھتا ہوں، شاہ صاحب نظر آتے ہیں

"ہم لوگ جب اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص بالکل بیہوش تھا۔ اسے حجرہ سے سہ دری میں لے آئے اور پانی کے چھینٹے دیئے۔ بینڈ دل سنگھایا۔ کچھ دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ بالکل مست تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور کہتا تھا کہ واللہ باللہ جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہوں، سیّد صاحب ہی نظر آتے ہیں۔ وہ میری آنکھوں میں بھی ہیں۔ یہ الفاظ اس نے تین دفعہ زور سے کہے۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۱۲۵ حکایت ۱۱۹

الہامی مدرسہ

نبی سائز فیکٹری

"زمین مل جانے کے بعد جب حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہٗ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند جو نقشبندی خاندان کے اکابرین سے ہیں۔ زمانۂ اہتمام میں عمارت مدرسہ تجویز ہوئی اور اس کی پہلی بنیاد کھود کر تیار کی گئی اور وقت آگیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت اٹھائی جائے کہ مولانا علیہ رحمۃ نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر حضرتِ اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ عصا ہاتھ میں ہے۔ حضور نے مولانا سے فرمایا۔ شمال کی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے۔ اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ نے عصا مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیئے تاکہ مدرسے کا صحن وسیع رہے (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) مولانا علیہ رحمۃ خواب دیکھنے کے بعد علی الصبح بنیادوں کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان لگایا ہوا اسی طرح بدستور موجود

تھا تو مولانا نے پھر ممبروں سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا۔ اسی نشان پر بنیاد رکھوادی اور مدرسے کی تعمیر شروع ہوگئی۔"

دیوبند صفحہ نمبر ۱۳۸

نبی ساز فیکٹری کے ذرائع آمدنی

"روئیدادوں سے پتہ چلتا ہے کہ چندہ دینے والوں میں منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہر دواری لال، لالہ بیج ناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، سیوا رام سوار جیسے شریف طبع غیر متعصب ہندوؤں کا نام بھی موجود ہے۔ چنانچہ دارالعلوم کے چندے کے بارے میں یہ بھی دستور العمل میں موجود ہے کہ چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیتِ مذہب و ملت۔"

انوارِ قاسمی ص ۱۴۴

دارالعلوم کا محاسبہ

دیوان محمد حسین صاحب فرماتے ہیں کہ:

"میں ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکرِ جہر میں مصروف تھا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں اسی شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رخ میرے ہی قلب کی طرف تھا اسی اثنا میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالتِ ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے جو آسمان تک فضا میں پھیلا ہوا ہے یکایک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خلفاء اربعہ

ہر چہار کونوں پر موجود ہیں۔ وہ تخت سے اُترتے ہی بالکل میرے قریب آکر مسجد میں ٹھہر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاءِ اربعہ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلا لو۔ وہ تشریف لے گئے اور مولانا کو لے کر آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا مدرسہ کا حساب لائیے۔ عرض کیا حضرت حاضر ہے اور یہ کہہ کر حساب تبلانا شروع کیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور مسرّت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی۔ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مولانا اب اجازت ہے۔ حضرت نے عرض کیا۔ جو مرضی مبارک ہو اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔"

ارواحِ ثلثہ ص ۳۸۳/۳۸۴ حکایت ۳۹۴

نبی ساز فیکٹری کے متعلق دیوان جی دیوبندی کا مکاشفہ

مولوی مناظر احسن گیلانی دیوبندی اپنی تصنیف سوانحِ قاسمی میں مولانا محمد طیب کے واسطے سے بیان کرتے ہیں:

"کہ لیین نام کے دو صاحبوں کا خصوصی تعلق سیّدنا الامام الکبیر (نانوتوی) سے تھا جن میں سے ایک تو یہی دیوان جی دیوبند کے رہنے والے تھے۔ اِن ہی دیوان جی کا مکاشفہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے بھی نقل کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مثالی عالم میں ان پر منکشف ہوا کہ دارالعلوم کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا تنا ہے۔ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہ کیا کرتے تھے کہ نصرانیت اور تجدّد و آزادی کے

آثار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دار العلوم میں نمایاں ہوں گے۔"
حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۳

انگریز کی حمایت میں فتویٰ اور مسلمانوں سے غدّاری

"مسٹر جسٹس عبدالرحیم نے اپنی کتاب مسلمانوں کے اصول قانون سازی صفحہ ۳۹۷ پر مستند اور مسلّمہ مآخذوں کے حوالے دے کر دکھایا ہے کہ ہندوستان کو دار السلام ہی سمجھنا چاہیئے۔ شاید اس سلسلہ میں سب سے گراں قدر فیصلہ وہ فتویٰ ہے جو ۱۸۹۶ء میں مرحوم مولانا رشید احمد گنگوہی نے جاری کیا تھا کیونکہ اس پر دوسرے علماء کے علاوہ مولانا محمود الحسن کے بھی دستخط ہیں کہ مسلمان مذہبی طور سے پابند ہیں کہ حکومت برطانیہ کے وفادار رہیں خواہ آخر الذکر سلطان ترکی سے ہی برسرِ جنگ کیوں نہ ہوں۔"

تحریک شیخ الہند ص ۳۰۵

اس کے باوجود دیوبندیوں کا دعویٰ ہے کہ ترکی کے حکمران سلطان المعظم نے وہ رومال دیوبند بھیجا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی سال جبّہ شریف باندھا رہا عجیب البوالعجبی ہے کہ جو لوگ ان کو ایسے متبرک تحفے بھیجیں ان کے خلاف بھی علمائے دیوبند انگریز وفاداری میں جنگ کو روا رکھیں۔ احسان فراموشی کی ایسی شرمناک مثال دیوبندیت کے علاوہ شاید ہی کہیں ملتی ہو۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نبی ساز فیکٹری حکومتِ برطانیہ کی مُمِد و معاون تھی

مولانا احسن نانوتوی کی سوانح حیات میں ایک فاضل دیوبند نے تحریر فرمایا ہے جسے مکتبہ عثمانیہ کراچی پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اپنی اس کتاب میں مصنف نے اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ رفروری ۱۸۷۵ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"۱۳ رجون ۱۸۷۵ء بروز یک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمّی پامر نے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا۔ معائنے کے بعد لکھا:

جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے اور جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافقِ سرکار ممدّ و معاونِ سرکار ہے۔"

مولانا احسن نانوتوی ص ۲۱۷

غور کیا جناب نے کہ انگریز کی شہادت ہے جو خود احسن نانوتوی کے مصنف نے اپنی کتاب میں باقتضائے انصاف تحریر کی کہ دیوبند کا مدرسہ دارالعلوم حکومتِ برطانیہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ ممّد و معاونِ سرکار ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ علماءِ دیوبند جو رات دن یہ ڈھنڈورا پیٹتے پیٹتے تھکتے نہیں۔ اِن کھوٹے سکوں کا بنے گا کیا؟

ع انگریز بھی کرے تعریفاں دفا ہو تو ایہو جیہی ہووے

علماءِ دیوبند کا انگریز کے ساتھ نیازمندانہ سلوک

قاری طیب صاحب کا بیان گھر کا فرد ہونے کے اعتبار سے جتنا باوزن ہو سکتا ہے اور کسی غیر کا نہیں ہو سکتا۔ فرماتے ہیں:

"مدرسۂ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بندگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارہ میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔"

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۴۷

ذرا آگے چل کر انہی بزرگوں کے متعلق مزید لکھتے ہیں :

"کہ مدرسہ دیوبند میں ایک موقعہ پر جب انکوائری آئی تو اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف سے صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی"

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۴۷

دیوبند کے اتنے بڑے بزرگ قاری طیب صاحب کا ارشاد ہے کہ مدرسہ میں اکثریت پنشنر لوگوں کی تھی۔ بتلائیے کبھی پنشنر آدمی اپنی سرکار کا نمک کھا کر بھی اپنی حکومت کے خلاف ہو سکتا ہے؟

انگریز کے ساتھ علماءِ دیوبند کی حمایت کا نرالا رخ

"انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے، ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چوہدری کا نام لے کر جو باغیوں کی افسری کر رہے تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ۔ خضر کو تو میں انگریز کی صف میں پا رہا ہوں"

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳

علماءِ دیوبند کی انگریز کے ساتھ خفیہ دوستی کی شرمناک مثال

"غدر کے بعد جب گنج مراد آباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریز فوج گزر رہی تھی۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریز فوج کے ایک سائیس سے جو باگ ڈور کھونٹے وغیرہ گھوڑے

کا لئے ہوئے تھا۔ اس سے باتیں کر کے پھر مسجد واپس آگئے۔ اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود فرمانے لگے کہ سائیں جس سے میں نے گفتگو کی، یہ خضر تھے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہے۔"

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳

خضر کا مطلب ان حضرات کے نزدیک کیا ہے

"نصرتِ حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوئی ہے تفصیل کے لئے شاہ ولی اللہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیئے۔ گویا جو کچھ دیکھا جا رہا تھا۔ اسی کے باطنی پہلو کا یہ مکاشفہ تھا۔" تھانوی صاحب ۱۲

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳

چونکہ علماءِ دیوبند نے یہ باطل عقیدہ وضع کر کے لوگوں کے دلوں میں بٹھایا ہے کہ خضر علیہ السلام جو خدا کے ایک رسول ہیں وہ (بین السمٰوٰت والارض) زندہ پھرتے رہتے ہیں۔ بھولے ہوئے، مظلوم اور حق باز لوگوں کی غیبی مدد کرتے ہیں۔ اسی عقیدہ کے تحت مسلمان مجاہدین کی ہمت اور حوصلہ شکنی کرنے کے لئے حضرت صاحب نے کھسیانی بلّی کی طرح بھاگے جاتے ہوئے یہ بیان جاری کیا کہ خضر تو انگریز کی مدد کر رہا ہے یعنی اللہ کی مدد تو انگریز کے شاملِ حال ہے جنگِ بدر میں بھی شیطان نے یہی کردار ادا کیا تھا۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے۔ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ۔ واقعہ یوں ہے کہ مشرکین مکہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن رکاوٹ یہ درپیش تھی کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بہت بڑا سردار جو مکے والوں کے خلاف تھا۔ اس سے ڈر کر مشرکین نے حملہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ شیطان کو معلوم ہوا تو اس سردار کی شکل بنا کر آ بیٹھا اور کہا

کہ ہماری تمہاری دشمنی ایک علیحدہ مسئلہ ہے لیکن محمدؐ کے ساتھ جو مذہبی اختلاف ہے میں اس میں تمہارا ساتھی ہوں۔ اس طرح کر کے شیطان معرکہ بدر میں جب صف بندی ہوئی تو پہلی صف میں تھا۔ پھر دوسری میں آگیا۔ پھر تیسری میں۔ اب جانے لگا تو ابوجہل نے پوچھا کہ سردار جی! کہاں جا رہے ہو۔ کیا ہوا۔ کیا بات ہے تو شیطان نے بھاگتے ہوئے یہ جواب جو مذکورہ آیت میں ہے دیا کیونکہ فرشتوں کا نزول شیطان کو نظر آ رہا تھا! اسی طرح مولانا فضل الرحمن نے پارٹ ادا کیا! پھر حضرت صاحب نے سوال کے جواب میں ایک مبہم جواب دیا کہ حکم یہی ہے۔ اگر مانا جائے کہ خدا کا حکم یہی ہے تو معلوم ہوا کہ مجاہدین جو انگریز کے خلاف لڑ رہے تھے، وہ حرام کی موت مرے۔ اگر حکم یہی ہے کا یہ معنی لیا جائے کہ حکومتِ برطانیہ کا حکم یہی ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب منافقانہ کردار ادا کر رہے تھے اور انگریز کے لوڈی بنے ہوئے تھے اور پھر یہ کہنا کہ سائیس خضرؑ تھا۔ کیا یہ خضر علیہ السلام کی گستاخی نہیں ہے کہ نبی کو انگریز کے گھوڑے سدھارنے والا کہا گیا۔ (لَاحَولَ وَلَاقُوَّۃ)

انگریز وفاداری میں رشید احمد گنگوہی کی اطمینانِ قلبی

تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے:

"آپ (گنگوہی) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے۔ اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۸۰

کچھ سمجھا جناب آپ نے کہ گنگوہی صاحب کس الزام کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ یعنی انگریز کے خلاف جہاد کرنے کو۔ کیونکہ رشید احمد گنگوہی اور اس کے ہم پیالہ

ہم نوالہ تو انگریز کے خلاف جہاد کرنے کو گناہِ کبیرہ سمجھتے تھے۔ واقعی آتنے مخلص حضرات پر انگریز کے خلاف جہاد کا الزام لگانا سراسر بدنام کرنے کے مترادف ہے مگر دیوبندی حضرات آج تک گنگوہی پر انگریزوں کے خلاف جہاد کا جھوٹا الزام لگائے ہی چلے جا رہے ہیں۔ پھر حضرت صاحب کے یہ جملے (کہ سرکار مالک ہے۔ سرکار کو اختیار ہے جو چاہے کرے) اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت صاحب واقعی فَنَا فِی الْحُکُوْمَۃِ الْبَرَطَانِیَہ ہو چکے تھے۔

انگریز کے ساتھ رشید احمد گنگوہی کا دلی لگاؤ اور تا دمِ زلیست وفاداری

"ہر چند کہ یہ حضرات (رشید احمد وغیرہ) حقیقتاً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے اُن کو باغی، مفسد اور مجرم سرکاری خطا وار ٹھہرا رکھا تھا۔ اِس لئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اِس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زلیست خیر خواہ ہی ثابت رہے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے۔ آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین سے کالشمس فی النہار ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے، اس وقت رہا کئے گئے۔"

تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹

غور کیجئے کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ مجھ پر خواہ مخواہ انگریز کے خلاف جہاد کا الزام لگاتے ہیں وہ یاوہ گو لوگ تھے اور یہ بھی ثابت کیا کہ انگریز نے مجھے چھلنی میں چھان کر دیکھا تو انگریز دشمنی کا مجھ میں شائبہ تک نہ پایا تو مجھے رہا کیا گیا۔

انگریز کی وفاداری میں علمائے دیوبند کی جانثاری

"اتنی بات یقینی ہے کہ اس گھبراہٹ کے زمانہ میں جبکہ تمام لوگ بند کواڑوں گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے۔ حضرت امام ربانی (گنگوہی) اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے، بدستور ان کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت حبّہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ آپ کو اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کے لئے شاملی کرانہ یا مظفر نگر جانے کی ضرورت ہوئی۔ غایت درجہ سکون و وقار کے ساتھ گئے۔ طمانیت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے۔ ان ایام میں آپ کو مفسدوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا اور غول کے غول پھرتے تھے حفاظتِ جان کے لئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے۔ مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہو کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (نانوتوی) اور طبیبِ روحانی اعلیٰحضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب اور حافظ ضامن علی صاحب کے ہمراہ تھے۔ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے ٹلنے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ (اللہ رے) شجاعت وجوانمردی کے جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا دل

آپ ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جمِ غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔ حضرت مولانا قاسم العلوم ایک مرتبہ اچانک سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جس نے دیکھا۔ جانا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ کیا ہوا؟ میاں عمامہ اتار کر سر جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔"

تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۴

اس واقعہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ علماءِ دیوبند قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور حافظ ضامن علی صاحب نے حکومت برطانیہ کی وفاداری کا حق ادا کر دیا اور ثابت کیا کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءِ حکومت البرطانیہ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

علماءِ دیوبند پر حکومتِ برطانیہ کی رحم دلی

جب بغاوت فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحم دل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیرخواہ اپنے کو ظاہر کریں۔ انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا۔ بستی

کی دکانوں کے چھپر انہوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کئے اور اس میں آگ لگا دی۔ یہاں تک کہ جس وقت آدھے کواڑ جل گئے۔ ابھی آگ بجھنے بھی نہ پائی تھی کہ ان نڈر ملانوں نے جلتی آگ میں قدم بڑھائے اور بڑھتے ہوئے شعلوں میں گھس کر سرکار کو لوٹا تھا۔ حالانکہ یہ کمبل پوش فاقہ کش نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے۔"

تذکرۃ الرشید جلد ۱ ص ۷۶

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات گوشہ نشین ہو کر حکومت برطانیہ کی کامیابی کے لئے بلعم لعور کی طرح دعائیں کرتے رہے اور مجاہدین کو مفسد نڈر ملاں اور لٹیرے کہتے رہے اور حکومت برطانیہ کو رحمدل گورنمنٹ حکومت کہتے رہے۔ یہی تو ہے دیوبندیت کا بھیانک پس منظر۔

آپ ہی اپنے جور وستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حکومت برطانیہ کی طرف سے انعام یافتہ بزرگ

"دوخاں صاحب نے فرمایا کہ غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ ان ہی میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے سے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے جب غدر فرو ہوا تو انگریزوں کی طرف سے ان کو گیارہ گاؤں مسلّم انعام میں دیئے گئے تھے اور ایک بڑا انگریز گاؤں کی معافی کا پروانہ لے کر خود مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ گورنمنٹ نے آپ کی وفاداری کے صلہ میں آپ کو گیارہ گاؤں عطا کئے ہیں اور یہ پروانہ معافی ہے۔ مولوی صاحب یہ سن کر نہایت برہم ہوئے اور پروانہ لے کر اس انگریز کے سامنے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ میں نے کیا تمہارے لئے کیا تھا۔ میرے نزدیک مسئلہ یونہی تھا اس لئے میں لوگوں کو منع کرتا تھا۔"

ارواح ثلاثہ ص ۳۹۳ حکایت ۴۴

سبحان اللہ خلوص نیت ہو تو ایسی ہو۔ مسلمان مر رہے ہوں اور حضرت صاحب جہاد سے منع کر رہے ہوں اور پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد جہاد کو روا نہیں رکھتا بتائیے علماءِ دیوبند اور مرزائیت میں کیا فرق ہے۔ میں تو وہ عرض کروں گا۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے　　نہ خُدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

علماءِ دیوبند کو تو خواب بھی انگریز کے آتے تھے۔

سہانا خواب

"حضرت حکیم الاُمّت مجدد الملۃ مرشدی ومولائی سیدی وسندی جناب مولانا مولوی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ میں بچپن میں خواب بہت دیکھا کرتا تھا۔ اب تو بالکل نظر نہیں آتے اور تعبیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے لیا کرتا تھا۔ مولانا نے بعض اوقات استخارہ تک مجھ سے کرایا ہے کہ تجھے خواب سے مناسبت ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ مولانا دیوبندی کے مردانہ مکان میں دروازہ کے سامنے جو چبوترہ ہے، اس کے کنارہ پر ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں جو بہت نازک پتلے دُبلے۔ قد بھی اچھا، کپڑے نہایت نفیس بڑے قیمتی تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تم کو عزت بخشی، اور اس کاغذ پر بہت سی مہریں تھیں جو نہایت صاف تھیں اور مہر میں صاف لکھا ہوا تھا "محمد" صلّی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کو حلیہ شریف میں دیکھنا کچھ ضرور نہیں، اس خواب میں، پھر یوں دیکھا کہ تھانہ بھون میں شادی لال تحصیلدار کے مکان میں

پھاٹک کے متصل جو مکتب تھا، اس کے اندر کے درجہ میں ایک انگریز اجلاس کر رہا ہے۔ لباس اس کا بالکل سیاہ ہے۔ (یہ معلوم نہیں مکان میں کیونکر پہنچا) اس نے مجھے ایک پرچہ دیا۔ اس میں بھی عبارت تھی کہ (ہم نے تم کو عزت دی) اس میں بھی مہریں بہت تھیں مگر صاف نہ تھیں۔ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو دین اور دنیا کی دونوں عزتیں نصیب ہوں گی۔ جامع کتاب کہتا ہے۔ کیسی برجستہ تعبیر ہے کہ آج جس کو ایک عالم اپنی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔"

امداد ثلثہ ص ۱۳۶ حکایت ۲۴۴

دیکھا جناب تبصرے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ دینی عزت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو گئی اور دنیاوی عزت انگریز سے مل گئی۔

اب مرزے کا الہام ملاحظہ ہو:

"اور میں یوں محسوس کیا گیا گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔"

براہین احمدیہ صفحہ ۴۸

حکومتِ برطانیہ میں قاسم نانوتوی کا اثر و رسوخ

سوانح قاسمی میں مولوی نانوتوی کے ایک حاضر باش مولوی منصور علی خان کی زبانی یہ قصّہ بیان کیا گیا ہے:

"کہ ایک دن مولانا نانوتوی کے ہمراہ میں نانوتہ جا رہا تھا، کہ اثناءِ راہ میں مولانا کا حجام افتاں وخیزاں آتا ہوا ملا اور اس نے خبر دی کہ نانوتہ کے تھانیدار نے ایک عورت بھگانے کے الزام میں

میرا چالان کر دیا ہے۔ خدارا مجھے بچائیے۔ مولوی منصور علی خاں کا بیان ہے کہ نانوتہ پہنچتے ہی مولانا نے اپنے مخصوص کارندہ منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور ٹھیٹھ ۔ خلال آواز میں فرمایا۔ اس غریب کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے۔ تم اس سے کہہ دو کہ یہ حجام ہمارا آدمی ہے۔ اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے۔ اس کے ہاتھ ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی۔ منشی محمد سلیمان نے مولانا نانوتوی کا حکم ہو بہو تھانیدار تک پہنچا دیا۔ تھانیدار نے جواب دیا کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ روزنامچہ میں اس کا نام لکھ دیا گیا ہے۔ مولانا نانوتوی نے اس کے جواب پر حکم دیا کہ تھانیدار سے جا کر کہہ دو کہ اس کا نام روزنامچہ سے کاٹ دو۔ منصور علی خاں کا بیان ہے کہ مولانا کا یہ حکم پا کر سراسیمگی کی حالت میں تھانیدار خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت۔ نام نکالنا بڑا جرم ہے۔ اگر نام نکالا تو میری نوکری جاتی رہے گی۔ فرمایا۔ اس کا نام روزنامچہ سے کاٹ دو۔ تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔ مولانا کے حکم کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑ دیا اور تھانیدار ہی رہا

سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۲۱ تا ۳۲۳

کیوں جی کبھی حکومت کے مخالف لوگوں کے ہاتھ اتنے لمبے ہوا کرتے ہیں؟

اندرا گاندھی کی بارگاہ میں علمائے دیوبند کا شکوہ

اپنے چھوڑے تجھے سینے سے لگایا ہم نے
خون اپنا سر میدان بہایا ہم نے

ہم نے رنگین بنایا ترے افسانوں کو
گلشنِ ناز میں بدلا ترے ویرانے کو
وحدتِ قوم کی عظمت کے علمدار ہیں ہم
تمہیں ہر زد سے بچایا وہ خطا کار ہیں ہم
اک دن مالک و مختار یہاں ہم بھی تھے
اک دن ہند کے سردار یہاں ہم بھی تھے
ہم نے آنکھوں پہ بٹھایا تمہیں ایسا سمجھا
تم نے نظروں سے گرایا ہمیں کانٹا سمجھا
کیا یہی آپ کا آئینِ جہانداری ہے؟
جس کے ادراک سے ہر فہم و خرد عاری ہے
ہیں ہم غدار تو پابندِ وفا تم بھی نہیں
اپنی کثرت پہ نہ اتراؤ خدا تم بھی نہیں

روئیداد جشنِ دیوبند ص ۱۰۶

ان واقعات وحقائق سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قاسم نانوتوی اور دیگر علمائے دیوبند کا انگریز حکومت میں اوپر کے مرکزی مقام میں ہاتھ ضرور تھا دگرنہ پولیس کا محکمہ اس قدر اُن کے تابع کیوں تھا۔ حکومت کا باغی حکومت کے اہل کاروں کو کبھی غلط فیصلوں پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اب تو علماءِ دیوبند ہندو نواز بھی ہیں۔ کیونکہ صد سالہ جشنِ دیوبند کے موقع پر انہوں نے اندرا گاندھی اور جگ جیون رام جیسے اسلام اور مسلمان دشمن کو خصوصی دعوت دی اور اُن کے خطاب سُنے۔ اگر ان لوگوں کو مسلمانوں سے ذرہ بھر بھی محبت ہوتی تو یہ ظلم نہ ڈھاتے۔ یہ جس مدرسہ کو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ثابت کرنے کے لئے رات دن بیان کرتے کرتے تھکتے نہیں وہاں اب اندرا دیوی جس کے دور میں ہزاروں مسلم کش فسادات اور نس بندی جیسے قانون خصوصاً مسلمانوں کے لئے نافذ ہوئے اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے بدقماش جگ جیون رام جیسے سفاک دشمنوں کو سٹیجِ محمدی پر خطاب کرنے کی اجازت دی۔ لوگو! ایمان سے سوچو۔ جس مدرسے کی بنیاد دیوبندی یہ تبلاتے ہیں کہ حضور صلعم کے عصا مبارک کے نشان پر رکھی گئی ہے۔ ان لوگوں کو ذرہ برابر غیرت نہ آئی کہ اِس مدرسے میں ایسے کافر خطاب کریں؟ اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اِس وقت زندہ ہوتے اور اپنی سٹیج پر موجود ہوتے تو اِن اسلام دشمن کو برداشت کرتے؟ یا پھر دیوبندیوں کو اپنا سمجھتے؟ ہرگز نہیں!

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب اندرا اور جگ جیون رام جیسے کافرین خطاب کرتے ہوں گے اور علماءِ دیوبند سنتے ہوں گے تو اس وقت دیوبندیت کا بھیانک پس منظر کیسا نظر آرہا ہوگا کیونکہ سٹیجِ محمدی پر جگ جیون رام جوڑے والے اور اندرا ساڑھی والی سرکار خطاب کر رہی ہوگی اور داڑھی والی سرکاریں بڑے شوق سے ہر جملہ پر

دادِ تحسین دے رہی ہوں گیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے دیوبندیت کا بھیانک پس منظر دیکھ کر انگشت بدنداں ہوں گے اور دیوبند علماء جو آئے دن کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کتابچہ لکھ کر مسلکِ اہل حدیث پر انگریز کا سیاسی اور سازشانہ کا الزام تراشتے ہیں وہ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر مندرجہ بالا تاریخی شہادتوں پر غور کریں جو اُن کے اپنے ہی گھر کے لوگوں نے دی ہیں۔ خفا ہونے کی بجائے تحقیق کی زحمت گوارا فرمائیں۔ انشاء اللہ دیوبندیت کا بھیانک پس منظر جلد ہی آپ کے سامنے آئے گا۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
دیوبند کے پیچھے اُڑ گئے دیوبندیوں کی تحریرات سے
دیوبندیت کو آگ لگ گئی دیوبندی کتاب سے

اہل حدیث دیوبندیت کی نظر میں

"جو رافضی خارجی کفر کے درجہ میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں لکھی اور فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو نہیں پہنچا اس کی امامت کراہت تحریمیہ ہو جاتی ہے اور اس کے امام بنانے والے بر ضا گنہگار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے ہیں۔ پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صُحب الشواہد نے نقل کیا ہے لا اقل کہ فاسد ہوں گے اور غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلیدِ شخصی کو شرک بناتے ہیں بے شک فاسق ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریمیہ اور دانستہ اُن کو امام بنانا حرام ہے"

تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۷۹

غیر مقلّد اہل حدیث کو دیوبندی فتنہ کہتے ہیں

"تیرھویں صدی کے آخر میں مسلمانِ ہند کی اپنی زندگی کی وحدت کو جو شدید خطرہ فتنۂ غیر مقلّدیت کے طوفان کی وجہ سے پیش آ گیا تھا اور قریب تھا کہ یک جہتی کا یہ شیرازہ بکھر کر پراگندہ ہو جائے"

بینات رجب و شعبان سنہ ۱۴۰۰ھ
جون جولائی سنہ ۱۹۸۰ الجامعہ الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵ ص ۳۷

اہل حدیث مرزائیت کی نظر میں

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں۔"

انوارِ خلافت ص ۹۰

دیوبندیوں اور مرزائیوں کا اہل حدیث کے متعلق ایک ہی عقیدہ ہے۔
اہل حدیث کو منکرِ حدیث بھی کہا گیا ہے۔

"خوارج ہوں یا روافض، اہل حدیث ہوں یا لا مذہب غیر مقلّد منکرِ حدیث ہوں یا قادیانی طرزِ استدلال اور طریقِ اغواسب کا تقریباً یکساں ہوتا ہے۔ چنانچہ مکائدِ شیعہ کی جو تفصیل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں درج کی ہے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ تمام اہلِ باطل کا گویا مشترکہ ورثہ ہے۔"

بینات رمضان سنہ ۱۳۹۹ھ مطابق اگست سنہ ۱۹۷۹ء

اب دیوبندیوں کی بصیرت دیکھئے! غیر مقلد اہل حدیث کو منکرِ حدیث کہا۔ اور جو ہندو سکھ ہیں، اُن کو بہت نیک سمجھا۔ واقعہ بات ٹھیک ہے، اپنے باپ دادا کو کون بُرا کہتا ہے۔ مکے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا اور اپنے وڈیروں کو اچھا سمجھتے تھے

رشید احمد گنگوہی رام کنہیا کو صالح جانتا تھا

"حدیث کا درس جب ہوتا تھا اور اس میں سب طرح کے لوگ اور سب قسم کی باتیں ہوتی تھیں۔ اسی میں کچھ کا کچھ ہو جاتا تھا ہم نے کئی بار حضرت کو لکھا کہ مسائل میں آپ گفتگو نہ فرمائیں۔ البتہ حقائق جو اس کے اہل ہوں، ان کے سامنے بیان فرمائے جائیں۔ اس ضمن میں حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ رام کنہیا اچھے لوگ تھے۔ پچھلوں نے کیا کا کیا بنا دیا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸۷

گورونانک کے متعلق دیوبندیوں کا عقیدہ

"ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جس کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں، حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔" ہم تو ڈوبے ہیں تمہیں بھی لے ڈوبیں گے صنم

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۲

مرزائیوں کا عقیدہ

"مرزائیوں کے قادیانی بیرسٹر سر ظفر اللہ خاں نے مارچ ۱۹۴۳ء میں یوم تبلیغ کے موقع پر یہ ٹریکٹ شائع کیا تھا جسے اخبار پیغام صلح لاہور نے ۹ اپریل ۱۹۴۳ء کو شائع کیا تھا) خدا کے راست باز

نبی رام چندر پر سلامتی ہو۔ خدا کے راست باز نبی کرشن پر سلامتی ہو، خدا کے راست باز نبی کنفیوشس پر سلامتی ہو، محمدؐ پر سلامتی ہو، خدا کے راست باز نبی احمد پر سلامتی ہو، خدا کے راست باز نبی بابا نانک پر سلامتی ہو۔"

غور کیا جناب نے؟ مرزائیوں اور دیوبندیوں کے خیالات میں کیسی یکسانیت ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ظفر اللہ ملعون نے بابا نانک اور کرشن کنہیا کو نبی کہا اور رشید احمد گنگوہی نے نیک اور صالح کہا ہے۔ دیوبندی وڈیروں کے قربان جاؤں۔ ماننے پر آویں تو گورو نانک سکھ کو شاہ بھی مان لیں۔ بابا فرید الدین کا خلیفہ بھی مانیں۔ نہ مانیں تو غیر مقلد اہل حدیث کو عام مسلمان بھی نہ مانیں۔ ماننے پر آویں تو کنہیا رام کھتری کو مان جائیں اور اسے صالح مرد مان جائیں۔ نہ مانیں تو اہل حدیث کو نہ مانیں کیونکہ دیوبندی دیسی کوّا یعنی غلاظت کھانے والا کوّا کھانے والی قوم ہے۔ خود اُن کی ہی تحریر مندرجہ ذیل پڑھیں۔

حلّتِ غراب اور امکان کذب باری تعالیٰ

"امکانِ کذب، حلتِ غراب وغیرہ مسائل اسی قبیل سے ہیں جن کو اصلیت معلوم ہے، ان کے لئے امام ربانی (گنگوہی) کے یہ دونوں وصف بصیرت وعقیدت بڑھانے کا سبب ہوئے اور انہوں نے جان لیا کہ حقیقت میں شانِ عبدیت کیا چیز ہے۔ مولوی ولایت حسین فرماتے ہیں کہ عرصہ بارہ تیرہ سال کا ہوا، میں فقہی کتب بینی میں مشغول تھا۔ دفعتہً چند روایات دیکھ کر میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ دیسی کوّا جس کو عام لوگ حرام سمجھے ہوئے ہیں، احناف کے نزدیک تو حلال ہے۔ میں نے اپنے خیال کی تصدیق کو گنگوہ کی حاضری

پر محوّل رکھا۔ چنانچہ جب آستانہ پر حاضر ہوا تو اتفاق سے مجلس شریف میں کوئی کہنے لگے کہ کوّے غلہ کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا فقہ کی کتابوں میں تو اس کوّے کو حلال لکھا ہے۔ حضرت امام ربانی میری اس تقریر کو سن رہے تھے۔ مسکرائے اور فرمایا۔ ہاں کھانا، شروع کر دو۔ کسی طرح تو کم ہوں! اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بعض مسائل فی نفسہ حق ہوتے ہیں مگر اُن کی اشاعت میں فتنہ ہوتا ہے۔"

تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۱۷۷

گنگوہی کا فتویٰ

"کسی نے آپ سے سوال کیا کہ جس جگہ زاغ معروفہ (کوّا) کو حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اِس کوّا کھانے والے کو ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا؟

جواب مرحمت فرمایا۔ ثواب ہوگا۔"

فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۳۰

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کھلانے والے کو اور کھانے والے کو کتنے نفلوں کا ثواب حاصل ہوگا۔ اب سمجھ آئی کہ یہ لوگ حدیث سن کر جو شور مچاتے ہیں، یہ کوّا کھانے ہی کی برکت ہے کیونکہ یہی وصف کوّے کا ہے کہ ہتھیار دیکھ کر بھاگتا اور شور مچاتا ہے اور اسی طرح احناف حدیث سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کوّا غلیل سے بھاگتا ہے۔ آخر میں دیوبندیوں کی تحریفِ قرآن کی ناپاک کوشش بیان کرتا ہوں۔ لیجئے سُنیے۔

محمود الحسن کے گھر کا قرآن

"متبعین انبیاء کرام اور دیگر اولوالامر کو خارج از اطاعت

خداوندی سمجھنا ایسا ہوگا جیسا متبعین احکام حکام ماتحت کو کم فہم خارج از اطاعتِ حکام بالا درست کہنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ شاید یہ ارشاد ہوا۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَ اِلٰی اُولِی الْاَمْرِ اور ظاہر ہے اولوا الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اور کوئی ہیں سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام وجملہ اولوا الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے یہ آیت فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیہ ہے، اسی قرآن میں آیۂ مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے۔ عجب نہیں کہ آپ تو دونوں آیتوں کو حسب عادت معارض سمجھ کر ایک کے اور دوسرے کے منسوخ ہونے کا فتویٰ لگانے لگیں۔"

ایضاح الادلہ ص ۹۷، ۹۸

چیلنج

علماءِ دیوبند کو بالخصوص اور دیوبندی عوام کو بالعموم ہمارا چیلنج ہے کہ تمام روئے زمین کے حفاظ کرام اور قراء حضرات کو اکٹھے کرلیں اور اپنی غیرتِ ایمانی اور حنفیت کی لاج رکھتے ہوئے حضرت محمود الحسن صاحب کی معروضہ آیت جو انہوں نے خمرِ تقلید نوش فرما کر تقلید کی مستی میں آیت وضع کی ہے اور اس آیت کے ساتھ دعویٰ بھی کیا ہے کہ جہاں فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ موجود ہے وہاں مذکورہ آیت

معروضۂ احقر بھی اسی قرآن مجید میں موجود ہے مگر اب تلک غیر مقلدوں (اہل حدیثوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا) کوفہ سے لے کر دیوبند تک اپنے پیشوا محمود الحسن کی معروضہ آیت اسی طرق پر قرآن مجید میں دکھائیں جس طرق پر انہوں نے پیش کی ہے۔

اور منہ مانگا انعام جس عدالت میں چاہیں احقر سے وصول کریں مگر ہم بابانگ دہل کہتے ہیں کہ یہ آیت تم قیامت تک نہیں دکھا سکتے کیونکہ یہ آیت جس طرق پر مایۂ ناز ہستی نے پیش کی ہے، قرآن مجید کی آیت ہے ہی نہیں۔ ملے گی کہاں سے ہاں شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن چالیس پاروں پر مشتمل ہے اور ستر گز لمبا چوڑا ہے۔ ستر ہزار آیات پر مشتمل اور اونٹ کی ران جتنا موٹا اور امام مہدی اسے لے کر فی الحال غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ شاید اس قرآن میں سے معروضہ محمود الحسن آیت مل سکے مگر یہ امید بھی تو اس وقت بر آئے گی جب امام صاحب تشریف لائیں گے۔ کچھ دیوبندیوں حنفیوں کو انتظار کرنا ہوگا۔ بہر حال دیوبندی حضرات کو کوشش جاری رکھنی چاہیئے۔ خیر جب کہیں سے یہ آیت نہ ملے گی تو شیخ الہند کے گھر کے قرآن الیضاح الادلہ میں ضرور ملے گی۔

دیوبندی الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکلا

اب مولانا صفدر جالندھری دیوبندی حنفی کا قرآن ملاحظہ فرمائیں:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

کہ اے ایمان والو! اپنے ہاتھوں کو روک رکھو جب تم نماز پڑھو

تحقیق مسئلہ رفع الیدین ص ۶

مرزا کرے تحریفِ قرآں تو کافر

جو پوجے قبریں تو کافر

مگر دیوبندیوں پر کشادہ ہیں راہیں
تحریفِ قرآن کریں جیسے چاہیں
نہ غیرت نہ حیا نہ شرم ان کو آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
تقلید کے خمر نے کیا باؤلا
نہ شرم پیغمبر نہ خوفِ خدا
حیا و شرم اگر کہیں بکتی
تو ہم بھی خرید لاتے مصنف ایضاح الادلہ کے لئے
کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر سے
میں صدقے دستِ قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

انور شاہ کشمیری دیوبندی کا گذشتہ عمر پہ اظہارِ افسوس

"حضرت مفتی محمد شفیع رح فرماتے ہیں کہ قادیان کے سالانہ جلسہ میں سیّد محمد انور شاہ اندھیرے میں بوقتِ فجر سر پکڑے بیٹھے تھے میں نے پوچھا حضرت مزاج کیسا ہے؟ فرمایا ٹھیک ہی ہے میاں۔ کیا پوچھتے ہو۔ عمر ضائع ہو چکی! میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ہماری عمر اور ہماری تگ و دو کاوش کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں اور دوسرے آئمہ پر آپ کی ترجیح ثابت کریں۔ اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی۔"

وحدت امت ص ۱۸ مطبعہ المنبر فیصل آباد

مجھے واثق امید ہے کہ تمام دیوبندی احناف اسی طرح اپنی گذشتہ عمر پر

مرنے کے بعد تاسف کریں گے لیکن اس وقت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ الظّٰلِمِیۡنَ مَعۡذِرَتُہُمۡ وَلَہُمُ اللَّعۡنَۃُ وَلَہُمۡ سُوۡٓءُ
الدَّارِ ۔

ترجمہ :۔ اس دن نہیں نفع مند ہوں گے ظالموں کو عذر اُن کے اور واسطے
ان کے لعنت اور واسطے اُن کے ٹھکانہ ہے بُرا ۔

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

زمن ملائے دیوبند کہ احکام شرک گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت ۔
خدا و جبرائیل و مصطفیٰ را

تحریف حدیث میں دیوبندیوں کی مہارت

صحیح حدیث :۔ عَنْ الحسن انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمعَ الناس علی ابی ابن کعب فکانَ یُصلّی لَھُم عشرینَ لیلۃً وَلا یقنت بھم اِلّا فی النصف الباقی فاذا کانت العشر الاوآخر تخلف فصلّی فی بیتہ فکانوا یقولون ابقَ ابی ۔

ترجمہ : حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضؓ نے لوگوں کو حضرت ابی کی اقتدا میں نماز پڑھنے پر جمع کیا تھا۔ تب ابی انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتا رہتا۔ اور قنوت صرف پہلے پندرہ دن گزرنے کے بعد شروع کرتا پھر جب آخری دس راتیں آتیں تو امامت سے ہٹ جاتا اور اپنے گھر میں نماز پڑھتا تب لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گیا ۔

یہاں حدیث کے اصل الفاظ جن میں بیس راتوں کا ذکر ہے ۔ لیکن دیوبندی حنفیوں نے بیس تراویح پڑھنے اور ثابت کرنے کے شوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام میں خیانت کر کے ”عشرین لیلۃً“ کی بجائے ”عشرین رکعۃً“ تحریر کیا ۔ اس طرح بیس رکعت تراویح کے ثبوت کے لیے مستدل بنانا ایک اہم دینی کتاب میں شرمناک تحریف کے مترادف ہے ۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
دیوبندیو کچھ بھی تمہیں حضور کا پاس نہیں

یہ تحریف اس وقت ہوئی جب مولانا محمود الحسن دیوبندی کے حواشی کے ساتھ سنن کو چھپوایا گیا تو ناشرین نے خود یا کسی کے مشورہ سے متن میں

لیلۃً اور اس کے اوپر ف کا نشان دے کر حاشیہ پر رکعۃً لکھ دیا۔ اس کے بعد جب مولانا فخر الحسن دیوبندی کے حواشی کے ساتھ طبع کرایا گیا تو اس میں متن میں رکعۃً لکھا اور اس کے اوپر ف کا نشان دے کر حاشیہ پر لیلۃً لکھ دیا تاکہ یہ تاثر عام ہو جائے کہ ابو داؤد کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ تاکہ اس حدیث کو بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔

اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھی

کتاب کے خاتمے پر اب میں آپ کے ضمیر کا اٹل فیصلہ چاہتا ہوں جو کسی متعصب جذبے کے زیر اثر ہونے کی بجائے صرف انصاف و حقیقت پر مبنی ہو۔ پوری کتاب میں علماء دیوبند کے بزرگوں کے جو واقعات و حالات آپ نے پڑھے ہیں اور ان واقعات کے راوی بھی خود علماء دیوبند ہی ہیں اس لیے یہ الزام درست ثابت ہوا کہ دیوبندیت کا پس منظر بھیانک ہے۔ اگر ایک آدھ بزرگ کے متعلق ہمیں کوئی ایسی روایت ملتی تو ہم اسکو حسن اتفاق یا لغزش قلم سمجھ لیتے۔ لیکن دیوبند کی بنیاد سے لے کر آج تک سارے دیوبندی اکابر کے متعلق ایک ہی طرح کے واقعات کا تسلسل کیا ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کرتا؟

کتاب کی آخری سطر لکھتے ہوئے میں ایک خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اپنی تحقیق کے مطابق دیوبندیت کا بھیانک پس منظر آپ کے سامنے واضح کر کے اپنا دعویٰ بادلیل دکھایا ہے۔

گئی طفلی، جوانی، پیری آئی ۔ کر دیوبندیت کے افکار سے توبہ بھائی

اب فیصلہ قارئین حضرات نے فرمانا ہے کہ اس قسم کے نظریات اگر کسی اور

مکتبۂ فکر میں پائے جائیں تو اُن پر فوراً شرک کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے۔ لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ دیو بندیوں پر بھی وہی فتویٰ لگانا چاہیے اور انہیں جیسا ان کو بھی سمجھنا چاہیے۔ دیو بندیت کو خیر باد کہہ کر قرآن و سنت کی راہ پر گامزن ہونا چاہیے۔

صد سالہ دورِ چرخ ہے ساغر کا ایک جام
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئی
الٰہی دے اثر ایسا میری بیتابیٔ دل کو
چلے آئیں کلیجہ تھام کر رسول اللہ کی محفل میں

*

اِلتماس

احقر نے حتی الامکان تالیف رسالہ ہذا میں نہایت ہی اس امر کی کوشش کی ہے کہ کوئی بات خلافِ واقع اور کوئی حوالہ غیر صحیح درج نہ ہو لیکن خطا و نسیان خاصۂ انسان ہے اس لئے نقصانِ علم کا معترف ہوں اور یہی انصاف ہے اس لئے اربابِ علم اور صاحب مطالعہ لوگ رسالہ ہذا ملاحظہ فرما کر بے دریغ اپنی رائے سے نوازیں کیوں کہ اس رسالہ کی تالیف سے مجھے کوئی تحسین آفرین مطلوب نہیں ہے۔

پس قارئین حضرات بے تکلف ازراہِ افادہ ہر نقص و سقم سے مطلع فرمائیں۔ مولف انشاء اللہ اپنی غلطیوں کو قبول کر کے خلوصِ دل و صفائے قلب سے ممنون و مشکور رہوں گا اور طبع ثانی میں انشاء اللہ ضرور اس کی اصلاح ہو گی۔ والسلام

الملتمس

احقر العباد محمد بشیر ظہیر عفی عنہ
خطیب جامع مسجد محمدی اہلحدیث چوک سرائے کرشنا بھکر